بسم الله الرحمن الرحيم

سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ
اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا

ناشر .... دارالاندلس
قیمت ....
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
دارالاندلس
اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز
۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور، پاکستان
Ph: 92-42-7230549 Fax: 92-42-7242639
web address

کلمہ گو مشرک

حرف اول

دین اسلام دنیا کے تمام مذاہب میں سے جس طرح احکام و معاملات میں منفرد اور نمایاں خصوصیات کا حامل ہے اسی طرح عقائد کے لحاظ سے بھی یکتا اور ممتاز ہے۔ عقیدہ حیاتِ اسلامی کی اساس و بنیاد ہے۔ اساس و بنیاد جس قدر گہری اور مضبوط ہو اس پر تعمیر شدہ عمارت اتنی ہی ٹھوس اور مستحکم ہوگی۔ جس طرح بنیاد کے بغیر کوئی عمارت پختہ اور قائم نہیں رہ سکتی اسی طرح صحیح عقیدے کے بغیر حیاتِ اسلامی کا کوئی تصور نہیں۔

دین میں عقیدے کو وہی حیثیت حاصل ہے جو جسم انسانی میں سَر کو ہے۔

صحیح عقیدہ دنیاوی و اخروی فلاح و کامرانی کا ذریعہ ہے۔ اس کے بغیر سرخروئی سے ہمکنار نہیں ہوا جا سکتا۔ اگر ہم زبان سے کلمہ توحید ادا کریں لیکن اس کے تقاضوں کے مطابق عمل نہ کریں تو یہ سعی لاحاصل ہے جیسا کہ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے کہا ؎

زبان سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

کیونکہ کلمہ توحید غیر اللہ کی عبادت کی نفی اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی توحید کے اثبات پر مبنی ہے۔ پہلے معبودانِ باطلہ کی عبادت کا انکار ہے۔ پھر اللہ کی عبادت کا اقرار۔ اگر ہم زبان سے کلمہ توحید پڑھتے رہیں اور ساتھ ساتھ غیر اللہ کی عبادت و پرستش بھی کرتے رہیں تو اس کلمے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آج امت مسلمہ ضلالت و گمراہی کے قعر مذلت میں گر چکی ہے۔ بہت سے لوگ کلمہ پڑھنے کے باوجود مسلمان معلوم نہیں ہوتے۔ ان کے عقائد اس قدر کمزور و ناتواں ہیں کہ اللہ

وحدہٗ لاشریک کو یکسر بھول چکے ہیں اور اپنی مشکلات و مصائب اور دکھ درد میں غیر اللہ کو پکارنا ان کا معمول بن چکا ہے۔ مسلمانوں کی اس زبوں حالی کو دیکھ کر اصلاحِ عقیدہ کی خاطر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے۔ جس میں شرک کی مذمت اور دعوتِ توحید کو قرآن و سنت کے محکم دلائل سے واضح کیا ہے اور بالتفصیل یہ بات ذکر کی ہے کہ مشرکینِ عرب اللہ کے علاوہ انبیاء، اولیاء، شہداء، جن و ملائکہ، شجر و حجر وغیرہا کو مافوق الاسباب قوتوں کا مالک و مختار سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو ماننے کے ساتھ ان ہستیوں کو بھی پکارتے تھے۔ اللہ وحدہٗ لاشریک نے انکے اس عقیدے کو شرک قرار دیا اور انہیں مشرک کہا اور امت مسلمہ کو یہ درس دیا کہ اگر تم نے ان کی پیروی کی اور ان جیسا عقیدہ اختیار کیا تو کلمہ پڑھنے کے باوجود مشرک گردانے جاؤ گے اور تمہارے تمام اعمال غارت و بیکار ہو جائیں گے کیونکہ اعمالِ صحیحہ کی قبولیت کا دار و مدار عقائد صحیحہ پر ہے۔ اگر عقیدہ صحیح و درست نہ ہوگا تو کوئی نیکی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا۔ اسی طرح اس کتاب میں قبر پرستی اور پختہ قبور کے متعلق احادیثِ صحیحہ اور ائمہ محدثین، فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور فقہ جعفریہ کی معتبر کتب سے بادلائل ثابت کیا ہے کہ پختہ قبریں بنانے کا اسلام میں کوئی تصور موجود نہیں۔ یہ تمام مذاہب کا متفقہ موقف ہے کہ پکی قبریں بنانا حرام ہے۔ علاوہ ازیں کتاب کے آغاز میں مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی رحمہ اللہ کا ایک مضمون ''مسلمان مشرک'' بھی افادہ عام کے لیے ملحق کر دیا گیا ہے۔

اللہ رب ذوالجلال والاکرام اس کتاب کو بھولی ہوئی انسانیت کے لیے مشعل راہ بنا دے اور میرے لیے، میرے والدین، اساتذہ کرام، بیوی بچوں اور بہن بھائیوں کے لیے نجات کا سبب اور ذریعہ بنا دے۔

اور اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لینے والے جملہ معاونین کو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی خصوصی رحمتوں کے سائے تلے جگہ عنایت فرمائے۔

اس کتاب میں اگر کوئی حسن و خوبی ہے تو وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کا خاص فضل و عنایت ہے اور اگر کوئی کمی ہے تو وہ مجھ ناچیز کی جانب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف کر کے اپنے جوارِ
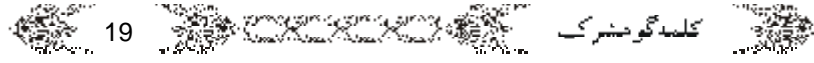
رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور روزِ قیامت رسول مکرم، شفیع الموحدین، امام المجاہدین، خاتم النبییّن، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی سفارش نصیب فرمائے اور ان کے ہاتھوں جامِ کوثر ہمارا مقدر بنادے۔ آمین!

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفی اللہ عنہ

مسلمان مشرک

یہ مضمون علامہ عبدالرزاق ملیح آبادی ایڈیٹر ''الجامعہ'' کلکتہ نے تقریباً پون صدی قبل ۱۹۲۵ء میں ''الوسیلہ'' کے اردو ترجمہ میں مقدمہ کے طور پر لکھا تھا۔ ایک دردمند موحد کے دل کی یہ پکار اس کتاب میں بطور عبرت پیش کی جارہی ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾ (یوسف: ۱۰۶)

''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ بنی امیہ کے زمانے میں رویا کرتے تھے کہ عہد اول کا دین باقی نہیں رہا اگر وہ ہمارے اس زمانے کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ کیا وہ ہمیں ''مشرک'' قرار نہ دیتے اور ہم انہیں کوئی برا نام نہ دیتے کیونکہ اس وقت اور اِس وقت کے اسلام میں اب اگر کوئی مشترک چیز باقی رہ گئی ہے تو صرف لفظ اسلام ہے یا چند ظاہری ورسمی عبادتیں ہیں اور وہ بھی بدعت کی آمیزش سے پاک نہیں، کتاب اللہ جیسی آسمان سے اتری تھی اب تک بے غل وغش قائم ہے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدون ومحفوظ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے، مگر کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ دونوں مہجور ومتروک ہیں، طاقوں اور الماریوں کی زینت ہیں یا گنڈوں، تعویذوں میں مستعمل ہیں۔ مسلمان اپنی عملی زندگی میں ان سے بالکل آزاد ہیں اور باوجود

ادعائے اتباع ان سے مخالف چل رہے ہیں۔ اجمیر کا عرس دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ وہی مسلمان ہیں جو حامل قرآن اور علمبردار توحید تھے؟

اودھ کے ایک ہندو رہنما نے اجمیر کی کیفیت دیکھ کر کہا تھا:

''اب تک مجھے شک تھا کہ ہندو اور مسلمانوں میں اتحاد ہو سکتا ہے مگر آج یقین ہو گیا ہے کیونکہ ہمارے اور مسلمانوں کے مذہب میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف ناموں کا ہے حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔''

اور یہ اس نے سچ کہا، کیونکہ اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں کے شرک میں اگر فرق ہے تو ناموں اور طریقوں کا ہی ہے ورنہ حقیقت تقریباً ایک ہے۔ ہندو بتوں کے سامنے جھکتے ہیں تو مسلمان قبروں کے سامنے۔ ہندو رام و کرشن کی پرستش کرتے ہیں تو مسلمان جیلانی و اجمیری کی۔ یہ کہنا کہ ہم پرستش نہیں کرتے، انہیں اللہ نہیں سمجھتے، محض بے معنی ہے کیونکہ ہندو بھی بجز اللہ واحد کے کسی کی بھی اللہ سمجھ کر پرستش و عبادت نہیں کرتے اور نہ مشرکین عرب کرتے تھے۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ تم اپنی پرستش کو ''پرستش و عبادت'' نہیں کہتے، کچھ اور نام دیتے ہو، مگر ناموں کے اختلاف سے حقیقت تو بدل نہیں سکتی۔

حساس آدمی کے لیے مسلمان مشرکوں کے حالات و خیالات معلوم کرنا ایک ناقابل برداشت مصیبت ہے، اس فرقہ میں عقل و نقل کا کال ہے۔ ایک طرف تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ علام الغیوب ہے، سمیع و بصیر ہے، آسمانوں اور زمینوں میں ایک ذرہ بھی اس سے اوجھل نہیں اور نہ بغیر اس کی مرضی کے حرکت کر سکتا ہے، وہ ہم سے دور نہیں اور نہ بغیر اس کی مرضی کے حرکت کر سکتا ہے، وہ ہم سے دور نہیں نزدیک ہے اور اتنا نزدیک ہے کہ اس سے زیادہ نزدیکی ممکن نہیں۔ پھر وہ رحمٰن و رحیم ہے، غفور و غفار ہے، سخی ہے، بے حساب دیتا ہے، جبار بادشاہ نہیں کہ کسی کو اپنے در پر نہ آنے دے، ہر وقت اس کا دروازہ کھلا ہے، ہر وقت اس کا ہاتھ پھیلا ہے، ہر وقت اس کا لنگر جاری ہے یہ سب اور اس سے زیادہ مانتے ہیں مگر...... ''مگر''

کے آگے عقل و دانش کی موت ہے، انسانیت اور انسانی شرافت کا ماتم ہے!''مگر'' کے بعد یہ ہے کہ قبروں کے سامنے جھکنا ضروری ہے، مردوں سے منتیں ماننا لازمی ہے، سفارش وشفاعت کے بغیر اس دربار میں رسائی ناممکن ہے۔ یہ قبر غوث اعظم کی ہے جو مر جانے کے بعد بھی ''غوث'' ہیں اور ملک الموت سے قبض کی ہوئی روحوں کا تھیلا چھین سکتے ہیں!''یہ محبوب سبحانی ہیں'، عاشق جاں نثار کو ضد کر کے مجبور کر دیتے ہیں! یہ غریب نواز ہیں اور مرنے پر بھی مٹھیاں بھر بھر کر دیتے ہیں!! چنانچہ انسانیت و اسلام کے یہ مدعی جوق در جوق قبروں پر جاتے ہیں ماتھے ٹیکتے ہیں، ناک رگڑتے ہیں اور وہ سب کچھ کرتے ہیں جو کوئی شریف النفس اور خود دار انسان کسی مخلوق کے سامنے نہیں کر سکتا۔ اس کے پاس سب سے بڑی دولت اس کی اپنی انسانیت ہے، یہ جاتے ہیں اور اس متاع عزیز کو چونے اور اینٹ کے چبوتروں پر بڑی بے دردی سے قربان کر آتے ہیں!

اگر کہا جاتا ہے کہ دیکھو کیا کرتے ہو؟ شریعت نے منع کیا ہے، شرک ٹھہرایا ہے، سزا بتائی ہے تو جواب اعراض و انکار ہے، تاویل و تحریف ہے، شریعت و حقیقت کی بحث ہے، ظاہر و باطن کی حجت ہے، وہابی و حنفی کا فرق ہے، قرآن کی آیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں حسن بصری، شبلی، جیلانی، چشتی کے ملفوظات ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کسی نے بھی کوئی شرک جائز نہیں رکھا.....مگر کس سے کہا جائے، کان ہوں تو سنیں، آنکھیں ہوں تو دیکھیں، دل ہو تو سمجھیں:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (الأعراف: 179)

''ان کے دل ہیں مگر وہ ان کو سمجھنے کے لیے استعمال نہیں کرتے، ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں، دراصل وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔''

یہ صرف عوام ہی کا حال نہیں کہ جہالت کی وجہ سے معذور کہے جائیں، ان لوگوں کا بھی ہے جو اپنے تئیں منہ پھاڑ پھاڑ کر ''علماء امت'' ''وارث علوم نبوت'' اور ''انبیاء بنی اسرائیل'' کا مشابہ بتاتے ہیں، ایک طرف اسفار شریعت کے حامل اور دوسری طرف حقیقت و طریقت کے راز داں ہونے کے مدعی ہیں۔ دراصل یہی لوگ امت محمدیہ کے لیے اصلی فتنہ اور تمام تباہیوں اور بربادیوں کے اصلی سبب ہیں ۔ یہ علمائے سوء اس امت کے ''فقیہی'' و ''فریسی'' و ''صدوقی'' ہیں۔ ''ہاروت و ماروت'' ہیں ۔ ''رؤوس الشیاطین'' ہیں ،انہیں نے شریعت کی تحریف کی ہے، انہیں نے کتاب وسنت کا دروازہ مسلمانوں پر بند کیا ہے، انہیں نے طریقت وبدعت کی تاریکی پھیلائی ہے، انہیں نے اسلام کا نام لے کر اسلام کو مسلمانوں کے دلوں سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ تیرہ سو سال کی پوری تاریخ ہمارے سامنے کھلی ہے، وہ کون سی مصیبت ہے جو ان کے ہاتھوں نہیں آئی؟ وہ کون سی گمراہی ہے جس کا جھنڈا انہوں نے اپنے کاندھوں پر نہیں اٹھایا؟

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کہہ گئے ہیں:

وَهَلْ بَدَّلَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ
وَ اَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

''کیا دین کو بادشاہوں، علماء اور صوفیوں کے علاوہ کسی اور نے بدل ڈالا ہے؟''

الفاظ سخت ضرور ہیں اور شاید قابل مؤاخذہ بھی، مگر دل و جگر میں جو گھاؤ پڑے ہیں وہ تو اور زیادہ ماتم پر مجبور کرتے ہیں۔ کون انسان ہے جو تیس کروڑ انسانوں کی بے دردانہ تباہی دیکھے اور خاموش رہے؟ کون مسلمان ہے جو امت مرحومہ پر یہ قزاقانہ تاخت اپنی آنکھوں سے دیکھے اور چپ رہے؟ کیا اس کے بعد بھی انسان دیوانہ نہ ہو جائے کہ دن کو رات بتایا جاتا ہے، آفتاب کو سیاہ ٹکا کہا جاتا ہے، حق کو باطل اور باطل کو حق ٹھہرایا جاتا ہے؟ کون مسلمان ہے جس کے دل میں ذرا بھی نور ایمان اور شریعت کو ضلالت، سنت کو بدعت، ایمان کو کفر،

توحید کو شرک اور شرک کو توحید ہوتے دیکھے اور جوش سے ابل نہ پڑے؟

مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ ''کتاب وسنت کا فہم ناممکن ہے لہٰذا اس سے دور رہو۔ اشخاص کی تقلید واجب ہے لہٰذا بے چون و چرا ہمارے پیچھے چلو، قبریں اونچی کرو، قبے بناؤ، اولیاء سے منتیں مانو، خدا تک مخلوق کو وسیلہ بناؤ، جو چاہو کرو بخشے جاؤ گے کیونکہ شفیع المذنبین کی امت ہو۔'' یہی شریعت ہے، یہی سنت ہے، کیا ہم یہ سب سنیں اور خاموش بیٹھے رہیں؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مصلحین امت اٹھیں اور علمائے سوء کے اس شرذمہ مشؤمہ کے چہرے سے نقاب الٹ دیں تاکہ مسلمان اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان بڑی بڑی پگڑیوں کے نیچے شیطان کو سجدہ کرنے والے سر ہیں اور ان لمبی لمبی گھنی ڈاڑھیوں کی اوٹ میں کفر وریا کی سیاہی چھپی ہوئی ہے؟

کیا مسلمان اپنے ''عالموں'' اور ''رہنماؤں'' کے اسلام و اصلاح کا حال سننا چاہتے ہیں؟ اچھا ایک مستقل کتاب کا انتظار کریں۔ یہاں اس مختصر دیباچہ میں گنجائش نہیں، تاہم عبرت کے ساتھ یہ واقعہ نوٹ کرلیں۔ ①

ان کے ایک مستند عالم نے جو صوفی اور شاید پیر بھی ہیں تحریک خلافت کے دوران تجویز پیش کی تھی کہ علماء و مشائخ کا ایک وفد مرتب ہو کر اجمیر شریف جائے اور خواجہ صاحب کو امت کی ایک ایک مصیبت سنا کر فریاد کرے۔ صرف تجویز ہی نہیں بلکہ سنا ہے کہ عملاً یہ مولوی صاحب اپنے ہم مشربوں کے ساتھ شدّ رحال کر کے گئے اور مزار پر خوب روئے پیٹے، مگر افسوس! وہاں سے کوئی جواب نہ ملا اور بے مراد لوٹے چلے آئے۔ کیا یہی وہ توحید ہے جس کی

---

① اسی طرح کا ایک واقعہ الیکشن ۱۹۷۷ء کے دوران پیش آیا جب کہ تجدید واحیائے دین کی علمبردار ''جماعت اسلامی'' کے لیڈر اور اس وقت کے قومی اتحاد کے راہنما پروفیسر غفور احمد صاحب نے امام بری کے مزار پر جا کر چادر چڑھائی۔ ملاحظہ ہو نوائے وقت ۱۹ فروری ۱۹۷۷ء اس سے بڑھ کر یہ واقعہ کہ پاکستان کے سابق صدر جناب جنرل ضیاء الحق مرحوم نے دورہ برما کے وقت رنگون کے ایک مندر میں نصب سنہری مورتی پر پھول رکھے اور اپنی خواہش پوری کرانے کے لیے مندر سے باہر لگی ہوئی چالیس ٹن وزنی گھنٹی کو تین بار بجایا۔ ملاحظہ ہو: روزنامہ جنگ لاہور ے مئی ۱۹۸۵ء۔

بنیادیں قرآن نے قائم کی تھیں؟ جس کی حفاظت کے علماء مدعی ہیں اور جس کے اتباع و مسک پر مسلمانوں کو ناز ہے؟ اگر خواجہ صاحب امت محمدیہ کو اس کے مصائب سے نجات دلا سکتے ہیں تو رام وکشن کی خدائی پر مسلمان کیوں منہ بناتے ہیں؟ اس اجمیری وفد کی تحریک پرائیویٹ نہ تھی، اخبارات کے کالموں میں اعلانیہ کی گئی تھی مگر کسی عالم نے بھی یہ اعلان کرنے والے کی زبان نہ پکڑی کہ یہ شرک ہے بلکہ بہت سے مولویوں نے تو اس کی تحریراً تائید کی جیسا کہ اخبارات کے پرانے فائل گواہ ہیں۔ کیا یہی وہ حفاظت دین ہے جس کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں؟

اور اے کاش! ضلالت و بدعت کی حمایت علماء کے اسی گروہ میں محدود ہوتی جسے ''بدعتی'' کہا جاتا ہے اور اس گروہ میں منتقل نہ ہوتی جو اصلاح وتجدید کا مدعی ہے۔ میں یہ المناک واقعہ انتہائی رنج و اندوہ کے ساتھ تاریخ کے حوالے سے مسلمانوں کے گوش گزار کرتا ہوں کہ ابھی چند دن کی بات ہے کہ اس جماعت کے ایک تعلیمی مرکز کے شیخ اعظم اور دوسرے مشائخ نے ''تعزیہ داری جیسے صریح بدعت'' بلکہ ''شرک'' کے خلاف فتویٰ دینے سے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ موجودہ حالات میں ایسا فتویٰ خلاف مصلحت ہے۔

کیا یہ طریقہ شریعت کی حفاظت کا ہے؟ کیا یہی نیابت انبیاء ہے جس کا فرض ہمارے علماء اس خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مسلمان آنکھیں کھولیں، اپنے مذہبی پیشواؤں کی حقیقت معلوم کریں اور دین کی حفاظت اور شرک و بدعت کے ازالہ کے لیے خود آگے بڑھیں؟ اسلام نہ پاپائیت ہے، نہ روحانی پیشوائیت، وقت آ گیا ہے کہ یہ خود ساختہ پیشوائیت ڈھا دی جائے تا کہ اللہ کے بندوں کا تعلق اللہ کے دین سے براہ راست ہو جائے ؂

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر　　جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر　　کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں — ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں — وہ بدلہ گیا آکے ہندوستان میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

نبی کو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ)

❀❀❀

شرک کی مذمت

اللہ وحدہٗ لاشریک نے قرآن مجید، فرقان حمید میں اور نبی آخرالزماں، فخر الرسل، دانائے سبل، امام اعظم، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں جس قدر شرک کی مزمت اور توحید کا اثبات (Unitarianize) کیا ہے اتنا کسی اور مسئلہ پر زور نہیں دیا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے آخری نبی ﷺ تک ہر رسول و نبی نے اپنی قوم کو یہی دعوت دی:

قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ﴿٥٩﴾ (الأعراف: ٥٩)

''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود برحق نہیں۔''

لیکن ان کی قوموں نے ان کی دعوت قبول نہ کی اور شیاطین وطواغیت کی عبادت میں لگے رہے، اللہ تعالیٰ نے شیاطین وطواغیت کی عبادت کو شرک قرار دے کر مشرک کے لیے ابدی جہنمی ہونے کا فیصلہ صادر فرمادیا۔

❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ ٱلْمَسِيحُ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾ (المائدة: ٧٢)

''البتہ ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا مسیح ابن مریم علیہما السلام ہی اللہ ہے حالانکہ مسیح

(علیہ السلام) نے فرمایا: ''اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، یقین جانو جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں۔''

- ایک اور مقام پر اللہ رب ذوالجلال والاکرام کا قطعی فیصلہ ملاحظہ کریں:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾ (النساء: ٤٨)

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے اور جو اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔''

- اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾ (النساء: ١١٦)

''اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔''

- اس کائنات میں انسان کئی قسم کے گناہ اور مظالم سرانجام دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ (لقمان: ١٣)

''اور جب لقمان (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔''

معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔اس لیے نبی کائنات، امام الموحدین، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَلَا أُنَبِّئُکُمْ بِأَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟ ثَلَاثاً قَالُوا: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْإِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ))[1]

''کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ نہ بتاؤں؟'' آپ ﷺ نے یہ جملہ تین بار دہرایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ''کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔''

پس والدین کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کو شرک جیسے عظیم گناہ سے بچنے کی تعلیم دیں اور انہیں عقیدۂ توحید سمجھائیں۔ ایک اور مقام پر فرمایا:

وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ ٱلطَّيْرُ أَوْ تَهْوِى بِهِ ٱلرِّيحُ فِى مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿٣١﴾ (الحج: ٣١)

''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

مشرک کے تمام اعمال برباد:

مشرک حالت شرک میں جو بھی نیکی وعبادت کا کام سرانجام دیتا ہے وہ رائیگاں وبیکار جاتا ہے، مشرکین مکہ نے ایک موقع پر اپنی بعض عبادات جیسا کہ حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا وغیرہ کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ ٱلْحَآجِّ وَعِمَارَةَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ كَمَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَجَٰهَدَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ لَا يَسْتَوُۥنَ عِندَ ٱللَّهِ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب ما قیل فی شهادة الزور: ٢٦٥٤ عن ابی بکرة رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ (التوبۃ:۱۹)

''کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی مجاوری کرنے کو اس شخص کے برابر ٹھہرا لیا ہے جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اللہ کے نزدیک یہ دونوں کام برابر نہیں اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

معلوم ہوا کہ مشرکین کو ان کے اعمال یعنی حاجیوں کو پانی پلانے اور بیت اللہ کو آباد کرنے کا کوئی اجر نہیں ملے گا کیونکہ وہ شرک سے باز آ کر دامن توحید سے وابستہ نہیں ہوئے اور ان کے اعمال کی بربادی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس سے پیچھے ۱۷ نمبر آیت میں واضح کر دیا۔

❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿۱۷﴾ (التوبۃ:۱۷)

''یہی لوگ ہیں، ان کے اعمال برباد ہو گئے اور یہ لوگ آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔''

مشرک اور تعمیر مسجد:

''جو آدمی مسجد تعمیر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ایک مخصوص گھر عطا کرے گا۔'' [۱]

بلکہ اگر کونج کے گھونسلے کے برابر بھی مسجد بنائے گا تو اللہ تعالیٰ جنت میں گھر دے گا۔ [۲]

لیکن مشرکین مکہ نے عام مسجد نہیں بلکہ مسجد حرام تعمیر کی جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے ثواب کے برابر ہے، تعمیر کے وقت ابو وهب بن عابد بن عمران متولی مسجد نے کہا تھا:

« لَا تُدْخِلُوْا فِيْهِ مِنْ كَسْبِكُمْ اِلَّا الطَّيِّبَ وَ لَا تُدْخِلُوْا فِيْهِ مَهْرَ بَغْيٍ وَّ لَا بَيْعَ رِبَا وَلَا مَظْلَمَةَ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ » [۳]

---

① بخاری کتاب المساجد باب من بنی مسجدًا: ۴۵۰۔ مسلم کتاب المساجد: ۵۳۳۔

② سنن ابن ماجه کتاب المساجد والجماعات باب من بنی لله مسجدًا: ۷۳۷۔ مسندطیالسی: ۲۶۱۷۔

③ فتح الباری، کتاب الحج: ۳/ ۴۴۴۔

''اس مسجد کی تعمیر میں حلال وطیب مال ہی داخل کرو اور اس میں زانیہ عورت کی کمائی، سودی رقم اور دیگر کسی قسم کے ظلم کی حاصل کی ہوئی رقم صرف نہ کرو۔''

لیکن انہیں اپنے شرک کی بنا پر مسجد حرام جیسی عبادت گاہ کی تعمیر کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

مشرک اور حج:

اس طرح حج بیت اللہ ادا کرنے کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ))[1]

''جس آدمی نے اللہ کی رضا جوئی کی خاطر حج کیا پھر نہ جماع کیا اور نہ فحش گوئی کی تو وہ اس دن کی طرح پاک و صاف ہو کر واپس پلٹا جس دن اس نے اپنی ماں کے بطن سے جنم لیا تھا۔''

اور سب جانتے ہیں کہ مشرکین عرب بیت اللہ کا طواف و حج کیا کرتے تھے، فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہیں کر سکتا۔[2]

اللہ تعالیٰ نے بھی سورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ﴾ (التوبہ: ۲۸)

''اے ایمان والو! مشرک پلید ہیں، اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔''

لیکن ابوجہل، عتبہ وشیبہ اور ابولہب وغیرہ کو بیت اللہ کے حج کوئی کام نہ آئے۔

---

① بخاری، کتاب الحج: ۱۵۲۱۔

② بخاری، کتاب الحج، باب لا یطوف بالبیت عریان ولا یحج مشرك: ۱٦۲۲۔

مشرک اور روزہ:

اسی طرح عاشورے کے روزے کی فضیلت میں حدیث وارد ہے کہ پچھلے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ ①

جب کہ مشرکین مکہ بھی یہ روزہ رکھتے تھے۔ ②

لیکن اس کے باوجود مشرکین کو ان کے روزوں نے کوئی فائدہ نہ دیا۔

اسی طرح ان کے ہاں ختنہ کرنا، نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، صلہ رحمی کرنا، اعتکاف بیٹھنا، نکاح و طلاق، ماں، بہن اور بیٹی سے نکاح کی حرمت، قصاص و دیت اور چوری و زنا کی سزائیں بھی موجود تھیں۔ ③

مشرکین کے یہ تمام اعمال شرک کی بنا پر رائیگاں و بیکار ہو گئے، شرک، اللہ وحدہ لاشریک برداشت نہیں کرتا، قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک مقام پر اپنے اٹھارہ جلیل القدر انبیاء ورسل علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الأنعام:٨٨)

''اور اگر انھوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔''

ایک مقام پر اللہ وحدہٗ لا شریک نے امام اعظم، نبی آخرالزماں، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (الزمر:٦٥)

---

① صحیح مسلم، کتاب الصیام: ١١٦٢۔

② بخاری، کتاب الصوم باب صوم یومِ عاشوراء: ٢٠٠٢۔

③ حجة الله البالغة باب بيان ما كان عليه حال أهل الجاهلية فأصلحه النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ١٢٤ تا ١٢٨۔

’’اور البتہ آپ (ﷺ) کی طرف اور آپ (ﷺ) سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء (علیہم السلام) کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔‘‘

انبیاء (علیہم السلام) کی ذات سے شرک کا صدور ناممکن ہے لیکن اللہ جل مجدہ نے شرک کی قباحت و برائی سمجھانے کے لیے ارشاد فرمایا کہ میرے معصوم عن الخطاء انبیاء علیہم السلام بھی اگر میرے ساتھ شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال بھی رائیگاں وضائع ہو جاتے۔

شرک کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی ذات میں یا صفات میں یا عبادت میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے اور اس کا کرنے والا مشرک ہے۔

مشرکین اپنے معبودوں یعنی انبیاء و رسل علیہم السلام، ملائکہ، اولیاء، جنوں اور بتوں وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور عبادت میں شریک سمجھتے تھے جس کی بنا پر انہیں مشرک قرار دیا گیا۔ قرآن حکیم نے ان کا یہ عقیدہ مختلف مقامات پر بیان کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ اپنی مشکلات و حاجات میں ان کی عبادت کرتے تھے اور انہیں اللہ کے علاوہ پکارتے تھے اور اپنے معبودوں کے نام پر نذریں، نیازیں اور چڑھاوے چڑھاتے تھے، چند ایک امثلہ پیش خدمت ہیں:

ا۔ مشرکین مکہ کی نذریں:

مشرکین کی نذروں اور چڑھاووں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ۙ وَلٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۖ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٣﴾ (المائدة:١٠٣)

''اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ مقرر کیا نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اوران میں سے اکثر بے عقل ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی نیازوں اور جانوروں کے چڑھاووں کا ذکر کیا ہے۔

بحیرہ:

ایسی اونٹنی کو کہتے تھے جو پانچ دفعہ بچے جن چکی ہواور آخری بار اس کے ہاں نر بچہ پیدا ہوا ہو، مشرکین اس کا کان چیر کر اسے اپنے معبودوں کی نذر کر دیتے تھے پھر نہ کوئی اس پر سوار ہوتا اور نہ اس کا دودھ پیتا تھا اور نہ اس کا اون اتارا جاتا۔

سائبہ:

اس اونٹ یا اونٹنی کو کہتے تھے جو کسی منت کے پورا ہو جانے کے بعد یا کسی مصیبت و مشکل سے نجات پا جانے کے بعد شکرانے کے لیے اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیتے، نیز جس اونٹنی نے دس مرتبہ بچے دیے ہوں اور ہر بار مادہ ہی جنم دیتی ہو اسے بھی آزاد چھوڑ دیا کرتے تھے۔

وصیلہ:

وہ اونٹنی جس سے پہلی مرتبہ مادہ پیدا ہو جاتی اور اس کے بعد پھر دوبارہ بھی مادہ ہی پیدا ہوتی (یعنی ایک مادہ کے بعد دوسری مادہ مل گئی، ان کے درمیان کسی نر سے تفریق نہ ہوئی) اسے بھی آزاد چھوڑ دیتے۔

حام:

وہ نر اونٹ جس کی نسل سے کئی بچے پیدا ہو چکے ہوتے تھے اور نسل کافی بڑھ جاتی تو اسے بھی بار برداری کے لیے استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے معبودان کے لیے آزاد چھوڑ دیتے

تھے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین جانوروں کے نذرانے اور چڑھاوے چڑھاتے تھے بلکہ کھیتیوں سے بھی غیر اللہ کا حصہ نکالتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعم خود کہتے ہیں یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین اللہ کی پیدا کردہ کھیتیوں اور مویشیوں سے کچھ حصہ اللہ کے لیے مقرر کرتے اور کچھ اپنے معبودوں اور مشکل کشاؤں کے لیے۔ اللہ کے حصے کو مہمان نوازی، غرباء و مساکین وغیرہ پر خرچ کرتے اور معبودان باطلہ کے حصوں کو وہاں کے مجاورین اور ان کی ضروریات پر خرچ کرتے پھر اگر بتوں کے مقرر حصہ میں توقع کے مطابق پیداوار نہ ہوتی تو اللہ کے حصے میں سے نکال کر اس میں شامل کر لیتے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو اپنے معبودوں کے حصے میں سے کچھ نہ نکالتے اور کہتے اللہ تو غنی ہے۔

یہی معاملہ دور حاضر میں کلمہ گو لوگوں کا ہے۔ دن رات صدائیں سنائی دیتی ہیں ''نذر اللہ، نیاز حسین'' صوفیاء کے مزاروں اور آستانوں پر بکروں اور چھتروں کے نذرانے اور چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں، جانوروں کے دودھ دوھ کر لائے جاتے ہیں بلکہ جس برتن میں دودھ دوھ کر لاتے ہیں وہ بھی وہیں رکھ دیتے ہیں واپس لے کر نہیں جاتے تاکہ کہیں بزرگ ناراض نہ ہو جائے۔ اس کی مثال منڈی بہاؤالدین میں ہیڈ رسول کے قریب نور شاہ کے دربار کی موجود ہے، لیکن اللہ وحدہٗ لا شریک کو یہ بات پسند نہیں کہ اس کی پیدا کردہ مخلوق میں سے کسی کو بھی غیر اللہ کے نام پر نذر مانا جائے اور اگر کوئی شخص ایک ذرہ برابر بھی غیر اللہ کے نام کی نذر

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر وغیرہ۔

مانتا ہے، وہ جہنمی قرار پاتا ہے۔

صحابیٔ رسول سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ فِی ذُبَابٍ وَ دَخَلَ آخَرُ النَّارَ فِی ذُبَابٍ قَالُوْا وَ كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: مَرَّ رَجُلاَنِ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ عَلَى نَاسٍ مَّعَهُمْ صَنَمٌ لَا يَمُرُّ بِهِمْ اَحَدٌ اِلَّا قَرَّبَ لِصَنَمِهِمْ فَقَالُوْا لِاَحَدِهِمْ قَرِّبْ شَيْئًا قَالَ مَا مَعِیَ شَیْءٌ قَالُوْا قَرِّبْ وَلَو ذُبَابًا فَقَرَّبَ ذُبَابًا وَمَضٰی فَدَخَلَ النَّارَ وَ قَالُوْا لِلْآخَرِ قَرِّبْ شَيْئًا قَالَ مَا كُنْتُ لِاُقَرِّبَ لِاَحَدٍ دُوْنَ اللّٰهِ فَقَتَلُوْهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ)) ①

''ایک آدمی مکھی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگیا اور ایک دوسرا آدمی مکھی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگیا، لوگوں نے کہا یہ کیسے؟ فرمایا: تم میں سے پہلے لوگوں میں سے دو آدمی ایسے لوگوں پر گزرے جن کے پاس ایک بت تھا، وہاں چڑھاوا چڑھائے بغیر کوئی نہیں گزرتا تھا، انہوں نے ان میں سے ایک کو کہا کچھ نذر چڑھائے۔ اس نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے انہوں نے کہا چڑھاوا چڑھاؤ اگرچہ ایک مکھی ہی ہو۔ اس نے مکھی چڑھادی اور گزر گیا تو جہنم میں داخل ہوگیا۔ لوگوں نے دوسرے سے کہا کوئی چیز چڑھاوا چڑھاؤ اس نے کہا میں اللہ کے سوا کسی کے لیے کوئی نذرانہ نہیں چڑھا سکتا، انہوں نے اس کو قتل کر دیا، وہ جنت میں داخل ہوگیا۔''

یہی واقعہ طارق بن شہاب البجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ②

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکھی جیسی حقیر چیز بھی غیر اللہ کے نام پر نذر چڑھانا شرک

---

① حلیۃ الا ولیاء لابی نعیم الاصبھانی: ۱/ ۲۰۳۔

② کتاب الزھد لاحمد ابن حنبل ص ۱۵۔

ہے جس کی وجہ سے آدمی جہنمی ہو جاتا ہے کیونکہ ان اشیاء کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا حق بھی اسی کا ہے کہ اس کے نام پر جانور ذبح کیے جائیں اور اسی کے نام کی نذر و نیاز دی جائے۔ مشرکین مکہ اللہ کی پیدا کردہ اشیاء کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کر دیتے تھے۔ زید بن عمرو بن نفیل جو کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے اور نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا، وہ دین ابراہیمی پر تھے، بت پرست نہ تھے۔ انہوں نے عامر بن ربیعہ سے کہہ دیا تھا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک رسول پیدا ہوگا، میں اس کا منتظر ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچا رسول ہے اگر تم اس وقت تک زندہ رہو تو میری طرف سے اسے سلام کہنا۔

ان کے متعلق صحیح بخاری کتاب فضائل صحابہ باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل میں آتا ہے کہ وہ قریش کے ذبیحوں پر نکتہ چینی کرتے تھے اور کہتے تھے:

((اَلشَّاۃُ خَلَقَھَا اللّٰہُ وَ اَنۡزَلَ لَھَا مِنَ السَّمَآءِ الۡمَاءَ وَاَنۡبَتَ لَھَا مِنَ الۡاَرۡضِ ثُمَّ تَذۡبَحُوۡنَھَا عَلٰی غَیۡرِ اسۡمِ اللّٰہِ))

''بکری کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس کے لیے آسمان سے پانی اتارا اور زمین سے گھاس اگائی پھر تم لوگ اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو۔''

یہ بات وہ اللہ کی عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے کہتے اور قریش کے عمل کو برا جانتے تھے۔ اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ دین ابراہیمی میں مسلمانوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ جانوروں کو پیدا کرنے والا اور ان کی خوراک کا بندوبست کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا جو ان کا خالق ہے اسی کے نام پر انہیں ذبح کرنا چاہیے اور اسی کے نام کی نذر و نیاز دینی چاہیے کیونکہ نذریں ماننا عبادت ہے جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ردالمحتار علی الدرالمختار میں نذر غیر اللہ کے باطل و حرام ہونے کی وجوہات میں لکھا ہے:

" اِنَّہٗ نَذۡرٌ لِمَخۡلُوۡقٍ وَالنَّذۡرُ لِلۡمَخۡلُوۡقِ لَا یَجُوۡزُ لِاَنَّہٗ عِبَادَۃٌ وَالۡعِبَادَۃُ لَا تَکُوۡنُ لِمَخۡلُوۡقٍ۔" [1]

---

[1] ردالمحتار علی الدرالمختار، آخر کتاب الصوم: ۲/ ۱۲۸۔

''اس لیے کہ یہ مخلوق کے لیے نذر ہے اور مخلوق کے لیے نذر ماننا جائز نہیں، اس لیے کہ یہ عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لیے نہیں ہوتی۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (الحج: ٢٩)

''اور اپنی نذریں (جو اللہ کے لیے مانی ہوئی ہیں) پوری کرو۔''

تمام جانور اللہ کے لیے ذبح کریں۔ فرمایا:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

(الأنعام: ١٦٢)

''آپ (ﷺ) کہہ دیں یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔''

غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کے نذر ماننے کے متعلق ردالمحتار میں لکھا ہے کہ یوں کہے:

((يَا سَيِّدِیْ فُلَانٌ اِنْ رُدَّ غَائِبِیْ أَوْ عُوفِیَ مَرِيْضِیْ اَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِیْ فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ أَوْ مِنَ الطَّعَامِ أَوِ الشَّمْعِ اَوِ الذَّيْتِ كَذَا))[1]

''اے میرے فلاں آقا وسردار! اگر میرا غائب واپس کر دیا گیا یا میرے مریض کو شفا مل گئی یا میری حاجت پوری ہوگی تو میں تیرے لیے سونا یا چاندی یا غلہ یا شمع یا تیل میں سے اس طرح نذر کروں گا۔''

یعنی مزاروں اور آستانوں پر جا کر یا علی ہجویری داتا! یا سری سقطی! یا بختیار کاکی! یا نظام الدین خواجہ! یا معین الدین چشتی! یا بہاول الحق! اگر مجھے اولاد کی نعمت مل گئی یا میری بگڑی بن گئی، کاروبار چل پڑا، بھینس دودھ دینے لگ گئی تو میں تیرے آستانے پر چراغ جلاؤں گا یا

[1] ردالمحتار: ١٢٨/٢۔ نیز دیکھیں: فتاویٰ عالمگیری: ٢١٦/١۔

دیے میں تیل ڈالوں گا یا بکرا ذبح کروں گا یا غلاف چڑھاؤں گا وغیرہ امور بالاتفاق حرام و باطل اور غیر اللہ کی عبادت ہیں، اس لیے ان امور سے اجتناب ضروری ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفی المعروف بابی حنیفہ الثانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

《 وَ اَمَّا النَّذَرُ يَنْذُرُهُ اَكْثَرُ الْعَوَامِ عَلٰى مَا هُوَمُشَاهَدٌ كَانَ يَكُوْنُ لِلْاِنْسَانِ غَائِبٌ اَوْ مَرِيْضٌ أَوْ لَهُ حَاجَةٌ ضُرُوْرِيَّةٌ فَيَأْتِيْ بَعْضَ الصُّلَحَآءِ فَيَجْعَلُ سِتْرَهٗ عَلٰى رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ يَا سَيِّدِيْ فُلَانٌ اِنْ رُدَّ غَائِبِيْ اَوْ عُوْفِيَ مَرِيْضِيْ اَوْقُضِيَتْ حَاجَتِيْ فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ كَذَا أَوْ مِنَ الْفِضَّةِ كَذَا أَوْ مِنَ الطَّعَامِ كَذَا أَوْ مِنَ الْمَآءِ كَذَا أَوْ مِنَ الشَّمْعِ كَذَا أَوْ مِنَ الزَّيْتِ كَذَا فَهٰذَا النَّذَرُ بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ لِوَجْهٍ مِنْهَا اَنَّهٗ نَذَرُ مَخْلُوْقٍ وَالنَّذَرُ لِلْمَخْلُوْقِ لَايَجُوْزُ لِاَنَّهٗ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُوْنُ لِلْمَخْلُوْقِ وَمِنْهَا اَنَّ الْمَنْذُوْرَ لَهٗ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ وَ مِنْهَا اِنْ ظَنَّ اَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْاُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاعْتِقَادُهٗ ذٰلِكَ كُفْرٌ 》[1]

''اکثر عوام جو نذر مانتی ہے اور مشاہدے میں ہے وہ کسی غائب انسان کے لیے ہوتی ہے یا مریض کے لیے یا اس کے لیے کوئی ضروری حاجت ہوتی ہے تو بعض نیک لوگوں کی قبروں پر آ کر اس کا غلاف اپنے سر پر رکھ کر کہتا ہے اے میرے فلاں آقا! اگر میرا غائب واپس کر دیا گیا یا میرا مریض شفایاب ہو گیا یا میری حاجت پوری کر دی گئی تو تیرے لیے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اتنا غلہ یا اتنا پانی یا اتنی شمع یا اتنا تیل نذر دوں گا، یہ نذر بالاجماع باطل ہے۔ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں:

ا۔ ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کے لیے نذر ماننا جائز نہیں اس لیے کہ یہ

① البحرالرائق ۲/ ۲۹۸، مطبوعہ کوئٹہ۔

عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لیے نہیں ہوتی۔

۲۔ جس کے لیے نذر مانی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتی۔

۳۔ اگر نذر ماننے والے نے یہ یقین کیا کہ میت اللہ کے سوا متصرف الامور ہے تو اس کا یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔''

علامہ ابن نجیم کی توضیح سے معلوم ہوا کہ اولیاء کے مزارات پر نذر ماننا ان کی عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت باطل ہے اور یہ اولیاء میت ہیں، کسی چیز کے مالک و مختار نہیں، انہیں متصرف الامور سمجھنا کفریہ عقیدہ ہے۔

۲۔ مجاوری:

مشرکین اپنے معبودوں کی مجاوری بھی کرتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَٰوَزْنَا بِبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱلْبَحْرَ فَأَتَوْا۟ عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰٓ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا۟ يَٰمُوسَى ٱجْعَل لَّنَآ إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿١٣٨﴾ (الأعراف:١٣٨)

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا، پس ان لوگوں کا ایک قوم پر گزر ہوا جو اپنے بتوں پر اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے، کہنے لگے اے موسیٰ (علیہ السلام)! ہمارے لیے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کر دیں جیسے ان کے یہ معبود ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِۦ مَا هَٰذِهِ ٱلتَّمَاثِيلُ ٱلَّتِىٓ أَنتُمْ لَهَا عَٰكِفُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا۟ وَجَدْنَآ ءَابَآءَنَا لَهَا عَٰبِدِينَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُمْ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٥٤﴾ (الأنبياء:٥٢-٥٤)

''جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ سب نے جواب دیا ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا، پھر تو تم اور تمہارے باپ دادا یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا رہے۔''

موجودہ دور میں بھی بڑے بڑے آستانوں اور مزاروں پر لوگ مجاور بن کر بیٹھے ہیں اور وہیں اعتکاف کرتے ہیں بلکہ اکثر مقامات پر مجاورین بے نماز، یاعلی مشکل کشا! کے نعرے لگانے والے، بھنگ اور چرس کے دلدادہ (Adict) ہیں اور زیادہ تر نشے میں مست دنیا و آخرت سے بے خبر دکھائی دیتے ہیں۔

۳۔ سجدہ ریزی:

مشرکین اپنے معبودوں کو سجدہ ریز بھی ہوتے تھے، اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾

(حم السجده: ۳۷)

''اور دن رات، سورج چاند بھی اس کی نشانیوں میں سے ہیں، تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ سجدہ اسی کے لیے کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر تم نے اسی کی عبادت کرنا ہے۔''

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا حرام ہے اور غیر اللہ کی عبادت ہے، ہمارے عوام الناس بھی آستانوں اور مزاروں پر جا کر سجدہ ریز ہوتے ہیں، ان کو بوسہ دیتے اور چومتے ہیں، اس کی مثالیں علی ہجویری وغیرہ کے دربار پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

ایک شاعر نے اپنی کتاب ''دیوان محمدی'' ص ۱۳۶ میں لکھا ہے:

کھلے جلوے ہیں اس در پر فقط اللہ اکبر کے
ہمیں سجدے روا ہیں خواجہ اجمیر کے در کے

بابا فرید المعروف گنج شکر کے دربار کا آنکھوں دیکھا حال:

مدیر مجلّۃ الدعوۃ محترم امیر حمزہ صاحب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس قبر پر جو چادر ڈالی گئی تھی اس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا ؎

تیرے در پر سجدہ ریزی یہی میری بندگی ہے
کہ ذرا لپٹ کر رو لوں تیرے سنگ آستاں پہ

بابا فرید کے مزار کے دروازے پر یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

ہم نے یہ بندگی کا طریقہ بنا لیا
اپنے بابا کو یاد کیا سر جھکا لیا (ایضاً ص:۷۱)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ سجدہ عبادت ہے اور یہ عبادت و بندگی سمجھ کر بابے فرید کے مزار پر سجدہ ریز ہیں، لہٰذا اب کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ اس سے بڑا کفر و شرک اور کیا ہوسکتا ہے کہ آدمی غیر اللہ کی بندگی کا خود اقرار کرے اور پھر اس کے مطابق غیر اللہ کے لیے سجدہ بھی کرے۔ بزرگوں کے لیے سجدہ یہود و نصاریٰ کی عادات میں شامل تھا جسے ائمہ اسلام ﷬ نے شرک کے ساتھ موسوم کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ونیز از عادات یہود و نصاریٰ نوشتہ کہ سجدہ ہم برائے بزرگان خود می کردند پس حق تعالیٰ افعال ایشاں را باشرک نامید۔'' [1]

''یہود و نصاریٰ کی عادات میں لکھا ہے کہ وہ سجدہ بھی اپنے بزرگوں کے لیے کرتے ہیں، پس حق تعالیٰ نے ان کے افعال کو شرک کے ساتھ موسوم فرمایا۔''

---

[1] البلاغ المبین۔

نیز ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

((اِنَّهُمْ كَانُوا يَسْجُدُونَ لِلْاَصْنَامِ وَالنُّجُومِ فَجَاءَ النَّهْيُ عَنِ السَّجْدَةِ لِغَيْرِ اللّٰهِ))①

''یعنی کفار بتوں اور ستاروں کو سجدہ کرتے تھے تو حق تعالیٰ نے مطلق غیر اللہ کے سجدہ سے منع کر دیا۔''

نیز شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں:

''تعظیم کہ شایان حضرت رب العزت است مثل عموم علم و قدرت و غیب دانی و مشکل کشائی یا ذبح لغیر اللہ یا سجدہ لغیر اللہ وغیر ذالک واقع شود بلا شبہ آں تجر کفر است وصاحب آن مرتد میشود۔''②

''یعنی ایسی تعظیم جو کہ اللہ رب العزت کے شایان شان ہے جیسے عموم علم وقدرت کا ثابت کرنا اور غیب دانی اور مشکل کشائی یا غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا یا غیر اللہ کے لیے سجدہ وغیرہ امور پائے جائیں بلا شبہ یہ کفر ہے اور ایسے امور والا مرتد ہے۔''

مولانا عزیز الدین مراد آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''نصوص صریحہ قطعیہ سے سجدہ لغیر اللہ مطلقاً کفر و شرک ثابت ہے۔''③

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''دست بستہ تعظیمی قیام، قومہ وسجدہ اور طواف یہ سب عبادتیں وہ ہیں جو صرف اللہ کے لیے (اور طواف اس کے گھر بیت اللہ کے لیے) مخصوص ہیں اگر یہی افعال اللہ کے سوا کسی اور کے لیے بھی کیے جائیں گے تو یہ شرک فی العبادۃ ہوگا۔''④

اسی طرح فقہ حنفی کی کتاب ''ہدایہ'' اور ''کفایہ'' کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

---

① حجۃاللہ البالغۃ، ص۴۸۔
② فتح العزیز، ص۶۱۶۔
③ اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان: ۲۰۵۔
④ قبر پرستی: ۱۳۱۔

"اَمَّا فِی شَرِیْعَتِنَا فَلَا یَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ كَفَرَ۔" ①

''ہماری شریعت اسلامیہ میں یہ قطعاً جائز نہیں کہ کوئی کسی کو (اللہ کے سوا) کسی طرح کا بھی سجدہ کرے اور جو ایسا کرے وہ کافر ہے۔''

احمد رضا خان بریلوی صاحب رقمطراز ہیں:

" وَقَالَ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ السَّرْخَسِیُّ إِنْ كَانَ لِغَیْرِاللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی وَجْهِ التَّعْظِیْمِ كُفْرٌ قَالَ الْقَهَسْتَانِیُّ وَفِی الظَّهِیْرِیَّةِ یَكْفُرُ بِالسَّجْدَةِ مُطْلَقًا" ②

''اور امام شمس الائمہ سرخسی نے کہا اگر سجدہ غیر اللہ کے لیے تعظیم کی خاطر ہوا تو کفر ہے، امام قہستانی نے کہا فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ سجدہ (غیر اللہ کے ساتھ) مطلق طور پر کافر ہو جائے گا۔''

مندرجہ بالا توضیحات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے لیے سجدۂ عبادت و تعظیم کفر ہے اور تمام علماء اس پر متفق ہیں۔

۴۔ غیر اللہ کو مافوق الاسباب قوتوں کا مالک سمجھ کر پکارنا:

مشرکین اپنے معبودوں میں مافوق الاسباب اختیارات تسلیم کر کے انہیں پکارتے تھے اور مشکلات و مصائب میں نجات دینے والا سمجھتے تھے، حالانکہ دعا و پکار اللہ کی عبادت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ (غافر: ۶۰)

''اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری پکاروں کو قبول کرتا ہوں

---

① قبر پرستی: ۱۳۲،۷۶۔
② حرمت سجدہ تعظیم: ۲۱۔

یقین جانو جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلیل وخوار ہو کر داخل ہوں گے۔''

اس آیت کریمہ میں دعا کو عبادت قرار دیا ہے جیسا کہ (عِبَادَتِیْ) کے لفظ سے واضح ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) [1]

''دعا عبادت ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت کی۔

نعیم الدین مراد آبادی بریلوی رقمطراز ہیں:

''اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور قرآن کریم میں دعا بمعنی عبادت بہت جگہ وارد ہے، حدیث شریف میں ہے:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) [2]

معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے، اس لیے غیر اللہ سے دعا کرنا ان کی عبادت ہے اور یہ شرک ہے، ان عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ اہل علم کے مابین غیر اللہ سے دعا مانگنا ان کی عبادت کرنا ہے جو کہ حرام اور شرک ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴾ (الجن: ١٨)

''اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔''

---

[1] جامع ترمذی، کتاب التفسیر رقم: ۲۹۸۰۔ وتفسیر سورة مومن رقم: ۳۲۵۸۔ و کتاب الدعوات: ۳۳۸۳۔ ابن ماجه، کتاب الدعاء، باب فضل الدعاء: ۳۸۲۸۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰة، باب الدعاء: ۱۴۷۹۔ عن النعمان بن بشیر رضی اللّٰه عنه۔ نیز دیکھیں ابن حبان: ۲۳۹۶۔ حاکم: ۴۹۰، ۴۹۱۔

[2] خزائن العرفان علی کنز الایمان ص ۶۸۱، حاشیه نمبر ۲۷، مطبوعه ماسٹر کمپنی، اردو بازار لاهور۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

(الجن: ۲۰، ۲۱)

''کہہ دیجیے میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا آپ کہہ دیں میں تمہارے لیے نقصان ونفع کا اختیار نہیں رکھتا۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مساجد اللہ کی عبادت کے لیے بنائی گی ہیں، اس میں صرف اسی کو پکارا جائے ،اگر اس کے ساتھ کسی اور کو پکارا گیا تو یہ شرک ہے۔لیکن اتنی واضح آیات کے باوجود مسلمانوں کی مساجد میں شرکیہ کلمات آویزاں ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ یارسول اللہ! یاحسن! یاحسین! یاعلی! یاغوث اعظم! وغیرہ جیسے الفاظ کے ساتھ ندا کی جاتی ہے حالانکہ یہ امور شرک سے تعلق رکھتے ہیں اور کسی بھی ثقہ عالم کے نزدیک جائز نہیں جیسا کہ سابقہ عبارات سے واضح ہے۔

مشرکین مکہ جو کام عبادت کے نام سے بجا لاتے ہیں یعنی غیراللہ کو مافوق الاسباب قدرتوں کا مالک سمجھ کر انہیں مشکلات ومصائب اور دکھ درد میں پکارنا، ان کے نام کی نذریں ماننا ان کے تقرب کے لیے جانور ذبح کرنا،ان سے اولادیں طلب کرنا،مقبروں،آستانوں، استھانوں پر اعتکاف بیٹھنا، ان کی مجاوری کرنا وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے شرک سے تعبیر کیا ہے اور ہمارے کلمہ گو مسلمان بھی ایسے امور کا ارتکاب کرتے ہیں جن سے اجتناب انتہائی ضروری ہے اور اہل علم حضرات کا فرض ہے کہ وہ عوام کو ایسے امور سے منع کریں۔

آج کل عام بسوں، ویگنوں، گاڑیوں اور رکشوں وغیرہ پر لکھا ہوتا ہے:

نورانی نور...... ہر بلا دور

یہی عقیدہ عیسائی حضرات بھی رکھتے ہیں۔ایک دن میں نے بذات خود ایک رکشہ کے پیچھے لکھا دیکھا:

یسوع نور ہر بلا دور

کٹ دا مصیبتاں سن دا ضرور

اس رکشہ کا نمبر LXC-5070 تھا یعنی عیسائی بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ یسوع مسیح (علیہ السلام) نور ہیں، ان کے نام سے ہر بلا و مصیبت دور ہوتی ہے۔ وہ ہماری مشکلات و مصائب دور کرتے ہیں اور دکھ درد میں ہماری پکار سنتے ہیں حالانکہ دکھ درد میں دعائیں سننے اور قبول کرنے والا اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾

(البقرۃ:۱۸۶)

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کریں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیں میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ میری بات مان لیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔''

لیکن کلمہ پڑھنے والوں نے اسلامی عقائد ترک کر کے غیر اللہ پر یقین کر لیا اور ہر مشکل و بلا ٹالنے والا اپنا مرشد اور پیر فقیر قرار دے لیا اور یہی عقیدہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رکھتے ہیں۔

لہٰذا ہم نے اپنے بھائیوں کی اصلاح کی غرض سے اس کتاب میں یہ بات واضح کی ہے کہ عقیدۂ توحید پر نجات کا دارومدار ہے، اس بات کی دعوت تمام انبیاء و رسل علیہم السلام نے دی اور طواغیت و شیاطین کی عبادت جس طرح شرک ہے اسی طرح انبیاء و رسل علیہم السلام، ملائکہ، جن و انس ،شجر و حجر وغیرہ کی عبادت بھی شرک ہے۔ مشرکین مکہ جو اللہ تعالیٰ کو خالق، مالک، رازق، نافع و ضار کشتی پار لگانے والا وغیرہ سمجھتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے

مشرک اسی لیے قرار دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا انبیاء واولیاء، ملائکہ، جنوں اور بتوں کو مافوق الاسباب قوتوں کا مالک ومختار سمجھتے تھے اور انہیں مشکلات وحاجات اور مصائب و آلام میں پکارتے تھے۔

ان کے اس عقیدے کی تردید اللہ وحدہ لاشریک نے قرآن حکیم میں بے شمار مقامات پر کی ہے۔جن میں سے چندایک آیات قرآنی ہم نے اس کتاب میں درج کردی ہیں۔

اگر آج بھی کوئی شخص کلمہ شہادت پڑھ کر اللہ کے علاوہ کسی کو مافوق الاسباب قوتوں کا مالک ومختار سمجھے اور انہیں مشکلات ومصائب اور حاجات وضروریات میں پکارے اور فوت شدگان برگزیدہ ہستیوں کو غوث اعظم، گنج بخش، داتا، فیض عالم، فریاد رس گردانے، ان کے نام نذر و نیاز اور بکرے چھترے چڑھائے اور انہیں مرادیں پوری کرنے والا اور بگڑی بنانے والا خیال کرے اور حلال وحرام کا اختیار غیراللہ میں تسلیم کرے تو وہ مشرکین کی اطاعت کر کے مشرک ہو جاتا ہے اور اس کی عبادات نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد وغیرہ باطل و بیکار اور رائیگاں جاتی ہیں۔

انہیں اس عقیدے سے توبہ کر کے خالص توحید کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ عقیدہ توحید میں اگر اخلاص نہیں ہوگا تو قیامت والے دن نجات نہیں ہوگی اور نہ ہی رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کا حقدار ہوگا۔عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کے بغیر کوئی چھٹکارا نہیں ہوگا، نبی مکرم ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا وغیرہ کو فرما دیا تھا کہ:

((لَا أُغْنِيُ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا))[1]

''میں تمہیں اللہ سے کچھ کام نہیں آؤں گا۔''

---

[1] بخاری،کتاب التفسیر ، باب وانذر عشيرتك الاقربين: ٤٧٧١۔ و کتاب الوصایا : ٢٧٥٣۔ اسی طرح سنن نسائی کتاب الوصایا باب نمبر٦ اور سنن دارمی کتاب الرقاق باب نمبر ٢٣، ابوعوانہ : ١/ ٩٥وغیرہ میں بھی یہ روایت مروی ہے۔

لہٰذا سب مسلمان بھائیوں کو اپنے عقیدے کی اصلاح رکھنی چاہیے اور اعمال صالحہ کرتے رہنا چاہیے۔

ابوالحسن مبشر احمد ربانی

۱۹۹۶/۶/۴، بروز جمعہ

۱۹ صفر المظفر ۱۴۲۰، بوقت ۱۰ بجکر ۴۰ منٹ

دعوت توحید

عقیدۂ توحید اسلام کی اصل بنیاد ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے جتنے بھی انبیا و رسل علیہم السلام معبوث فرمائے سب کی بنیادی دعوت توحید ہی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ (الأنبياء:٢٥)

''اور آپ ﷺ سے پہلے جو رسول بھی ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ ۖ ﴿٣٦﴾ (النحل:٣٦)

''ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (کی عبادت) سے بچو۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَمَن يَكْفُرْ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسْتَمْسَكَ بِٱلْعُرْوَةِ ٱلْوُثْقَىٰ لَا ٱنفِصَامَ لَهَا ۗ ﴿٢٥٦﴾ (البقرۃ:٢٥٦)

''جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا

تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔“

ان آیات بینات میں اللہ وحدہ لاشریک نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اس نے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کو توحید کی دعوت اور طاغوت سے انکار کے لیے مبعوث کیا۔

توحید کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہی تمام کائنات کا مالک ومختار ہے، عالم الغیب والشہادۃ، ہر شے کا خالق، رازق، غوث اعظم، فریادرس، گنج بخش، فیض عالم، بندہ پرور، نذرونیاز، منت منوتی اور سوز و پکار کے لائق، حاجت روا، مشکل کشا، بگڑی بنانے والا، مالک الملک، شہنشاہ، قانون ساز، فرمانروا، زندگی و موت کا مالک، نفع ونقصان کا مالک، بے نیاز اور مدبر الامور ہے۔ جب ہر شے کا خالق و مالک وہ ہے تو عبادت کے لائق بھی وہ اکیلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے، اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ طواغیت وشیاطین کی عبادت سے انکار کیا جائے۔

طاغوت کی تعریف:

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے طاغوت کی جامع ومانع تعریف یہ ذکر کی ہے:

« اَلطَّاغُوْتُ كُلُّ مَا تَجَاوَزَ بِهِ الْعَبْدُ حَدَّهٗ مِنْ مَعْبُوْدٍ اَوْمَتْبُوْعٍ اَوْ مُطَاعٍ فَطَاغُوْتُ كُلِّ قَوْمٍ مَنْ يَّتَحَاكَمُوْنَ اِلَيْهِ غَيْرَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اَوْ يَعْبُدُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْ يَتَّبِعُوْنَهٗ عَلٰى غَيْرِ بَصِيْرَةٍ مِنَ اللّٰهِ اَوْ يُطِيْعُوْنَهٗ فِيْمَا لَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ طَاعَةٌ لِلّٰهِ »

”طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان اپنی حد سے تجاوز کر جائے خواہ عبادت میں یا اتباع میں یا اطاعت میں۔ ہر قوم کا طاغوت وہی ہے جس کی طرف وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بجائے فیصلہ کے لیے رجوع کرتے ہیں یا اللہ کے سوا اس کی پرستش کرتے ہیں یا بلا دلیل اس کی اتباع کرتے ہیں یا اس کی اطاعت بغیر اس علم کے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔“

ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور شیاطین وطواغیت کی عبادت سے اجتناب کا حکم دیا ہے، دور حاضر میں ایسے افراد کی کثرت موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اہل قبور کو مشکل کشا، حاجت روا، فتح وشکست کا مالک ،اولاد اور روزی رساں سمجھتے ہیں۔ صوفیاء کے مزارات اور آستانوں پر حاضر ہو کر نذریں، نیازیں چڑھاتے ہیں اور ان کی قبور پر سجدہ ریز ہو کر اپنی حاجات پیش کرتے ہیں اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں اور انبیاء واولیاء اور پیروں فقیروں کو مرادیں پوری کرنے والا سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان پاکباز ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے غیبی اور اسباب سے بالاتر روحانی قوت تصرف دے رکھی ہے اور یہ بزرگ اس مافوق الفطری قوت کے ذریعے ہماری مشکلات حل کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ سے منوا کر پوری کر دیتے ہیں اور ایسے وسائط و وسائل کو عقیدے کا جزو سمجھتے ہیں، یہ عقیدہ سراسر شرک ہے اور اس کا مرتکب مشرک ہے۔

درج ذیل سطور میں اس کا مختصر سا جائزہ پیش خدمت ہے:

مشرکین کا اللہ کے بارے میں عقیدہ:

مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اقرار کرتے تھے، اسے خالق و مالک، سورج و چاند مسخر کرنے والا، روزی رساں اور موت و حیات کا مالک قرار دیتے تھے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾ (یونس: ۳۱)

''آپ ﷺ کہہ دیں کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے، یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار

میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظم عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ، کہو پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے سے) پرہیز نہیں کرتے؟''

ایک اور مقام پر فرمایا:

قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَن بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ فَأَنَّىٰ تُسْحَرُونَ ﴿٨٩﴾

(المؤمنون: ٨٤-٨٩)

''ان سے کہہ دیجیے بتاؤ! اگر تم جانتے ہو کہ یہ زمین اور اس کی ساری آبادی کس کی ہے؟ یہ ضرور کہیں گے اللہ کی، کہو پھر تم سوچتے کیوں نہیں۔ ان سے پوچھو ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ یہ ضرور کہیں گے اللہ، کہو پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ان سے کہو بتاؤ! اگر تم جانتے ہو کہ ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے اور کون ہے وہ جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ یہ ضرور کہیں گے یہ بات تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، پھر تم کہو کس جادو کے فریب میں پڑے ہو؟''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٦١﴾ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ

لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٣﴾ (العنکبوت: 61-63)

''اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر یہ کدھر سے دھوکا کھا رہے ہیں؟ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو زندہ کر دیا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ کہو الحمدللہ مگر ان میں سے اکثر لوگ بے عقل ہیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ (لقمان: 25)

''اور اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے پوچھیں آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو یہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ۔ کہو الحمدللہ مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں۔''

اسی طرح فرمایا:

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٣٨﴾ (الزمر: 38)

''اور ان لوگوں سے اگر تم کہو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو یہ

ضرور کہیں گے اللہ، آپ (ﷺ) کہہ دیں جب حقیقت یہ ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری یہ دیویاں جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، مجھے اس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچالیں گی؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکیں گی؟ بس ان سے کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

اسی طرح فرمایا:

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ (الزخرف: ٨٧)

''اور اگر آپ (ﷺ) ان سے پوچھیں انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یہ خود کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ پھر کہاں سے یہ دھوکا کھا رہے ہیں؟''

مشرکین مکہ سخت تکالیف میں صرف اللہ کو پکارتے تھے:

مشرکین مکہ اگرچہ عام حالات میں اپنے معبودان باطلہ کو پکارتے تھے، مگر شدید ترین مشکلات اور مصائب و آلام میں ایک اللہ ہی کو پکارتے تھے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٤٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿٤١﴾ (الأنعام: ٤٠، ٤١)

''ان سے کہو ذرا غور کرکے بتاؤ اگر کبھی تم پر اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت آجاتی ہے یا آخری گھڑی آپہنچتی ہے تو کیا اس وقت تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہو؟ بولو! اگر تم سچے ہو۔ اس وقت تم اللہ ہی کو پکارتے ہو پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو تم سے ٹال دیتا ہے۔ ایسے موقعوں پر تم اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو

بھول جاتے ہو۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جب مشرکین پر کوئی بڑی آفت و مصیبت آجاتی یا موت اپنی بھیانک صورت میں آکھڑی ہوتی تو اس وقت انہیں ایک اللہ کے سوا کوئی دامن پناہ نظر نہیں آتا تھا۔ بڑے بڑے مشرکین ایسے مواقع پر اپنے مشکل کشاؤں کو بھول جاتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمَٰتِ ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ تَدْعُونَهُۥ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَىٰنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٦٣﴾ قُلِ ٱللَّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ (الأنعام: ٦٣ : ٦٤)

”اے نبی (ﷺ)! ان سے پوچھو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمہیں خطرات سے نجات دیتا ہے؟ کون ہے جس سے تم (مصیبت و مشکل میں) گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بلا سے اس نے ہم کو بچا لیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے؟ کہو اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر تم دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہو۔“

معلوم ہوا کہ تمام اختیارات کا مالک اور مختار کل صرف اللہ وحدہ لا شریک ہے، تمام قسمتوں کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے۔ مشرکین مکہ سخت مشکلات میں اور جب تمام اسباب کے رشتے ٹوٹتے نظر آتے تو بے اختیار اسی کی طرف رجوع کرتے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کی مشکل کشائی کر دیتا، رزق کی فراوانیاں کر دیتا تو وہ اپنے معبودان باطلہ کو داتا اور قسمتوں کا مالک سمجھنے لگتے اور ان کے نام کی نذریں، نیازیں چڑھانا شروع کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَٰنَ ٱلضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۢبِهِۦٓ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا

عَنْهُ ضُرَّهُۥ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَآ إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُۥ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾ (یونس:١٢)

''انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس پر کوئی سخت وقت آتا ہے تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہم کو پکارتا ہے مگر جب ہم اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تو ایسا چل نکلتا ہے کہ گویا اس نے کبھی اپنی مشکل میں ہمیں پکارا ہی نہ تھا، اسی طرح حد سے گزر جانے والوں کے لیے ان کے کرتوت خوش نما بنا دیے گئے ہیں۔''

ایک اور مقام ملاحظہ کیجیے:

وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ ٱللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ ٱلَّذِى يُسَيِّرُكُمْ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِى ٱلْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا۟ بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَآءَهُمُ ٱلْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ أَنجَىٰهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ ۗ ﴿٢٣﴾ (یونس:٢١-٢٣)

''لوگوں کا حال یہ ہے کہ مصیبت کے بعد جب ہم ان کو رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو فوراً ہی وہ ہماری نشانیوں کے معاملہ میں چالبازیاں شروع کر دیتے ہیں۔ ان سے کہو اللہ اپنی تدبیر میں تم سے زیادہ تیز ہے، اس کے فرشتے تمہاری سب مکاریوں کو قلم بند کر دیتے ہیں، وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے۔ چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر باد موافق پر فرحاں و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکایک باد مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے ہیں، اس وقت سب اپنے

دین کو خالص اللہ کے لیے کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس طوفان سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بن جائیں گے، مگر جب اللہ نجات دے دیتا ہے تو پھر وہی حق سے منحرف ہو کر بغاوت کرنے لگتے ہیں۔''

اسی طرح فرمایا:

وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ۝ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝

(النحل: ٥٣، ٥٤)

''اور تمہیں جو نعمت بھی حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب کوئی سخت وقت تم پر آتا ہے تو تم لوگ خود اپنی فریادیں لے کر اسی کی طرف دوڑتے ہو مگر جب اللہ تمہاری مشکل کشائی کر دیتا ہے یکایک تم میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک بنانے لگ جاتا ہے۔''

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا ۝ (الإسراء: ٦٧)

''اور جب سمندر میں تم پر مصیبت آتی ہے تو اس ایک کے علاوہ دوسرے جن جن کو پکارا کرتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، مگر جب وہ تمہیں نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اس سے منہ موڑ جاتے ہو، انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے۔''

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۝ (العنكبوت: ٦٥)

''جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اللہ کے لیے عبادت کو خالص کر کے اسے پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکایک یہ شرک کرنے لگتے ہیں۔''

وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ

(لقمان:۳۲)

’’اور جب (سمندر میں) ان لوگوں پر ایک موج سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہے تو یہ اللہ کو پکارتے ہیں، اپنی پکار کو اسی کے لیے خالص کر کے پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے کچھ اعتدال پر رہتے ہیں، ہماری نشانیوں کا انکار غدار اور ناشکرے کے سوا کوئی نہیں کرتا۔‘‘

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ (الروم:۳۳)

’’لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اسے پکارتے ہیں پھر جب وہ کچھ انہیں اپنی رحمت کا ذائقہ چکھا دیتا ہے تو یکایک کچھ لوگ ان میں سے شرک کرنے لگتے ہیں۔‘‘

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾ (الزمر:۸)

’’انسان پر جب کوئی آفت آتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اسے پکارتا ہے پھر جب اس کا رب اسے اپنی نعمت سے نواز دیتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ پہلے پکار رہا تھا اور دوسری ہستیوں کو اللہ کا حصے دار بناتا ہے تاکہ اس کی راہ سے گمراہ کر دے۔ اس سے کہو تھوڑے دن اپنے کفر سے فائدہ اٹھا لے یقیناً جہنم میں جانے والا ہے۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مشکلات ومصائب اور دکھ درد میں حامی و ناصر سمجھ کر پکارتے تھے، تلاطم امواج جونہایت خطرناک ہوتی ہیں، ان میں جب پھنس جاتے تو اس وقت صرف ایک اللہ کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے اور خالص پکار کا وعدہ بھی کر لیتے۔ جب وہ انہیں نجات دے دیتا تو کہتے مجھے تو فلاں معبود نے اس مصیبت سے بچا لیا ہے لیکن آج کل کے لوگ کلمۂ شہادت پڑھنے کے باوجود یہ نعرہ لگاتے ہیں ؎

یا معین الدین چشتی
لگا دے پار میری کشتی

كُلُّ هَمٍّ وَّ غَمٍّ سَيَنْجَلِيْ
بِوَلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ
نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ
تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ

''یعنی علی رضی اللہ عنہ کو جو عجائبات کا مظہر ہیں، انہیں پکاریں تو مشکلات ومصائب میں اپنا مددگار پائیں گے، ہر دکھ درد ضرور تیری ولایت کے ذریعے دور ہوتا ہے، اے علی، اے علی، اے علی۔'' ①

عکرمہ بن ابی جہل کا اسلام قبول کرنا:

جب مکہ فتح ہوا تو عکرمہ بن ابی جہل ڈر کر بھاگ نکلا اور کشتی پر اس خیال سے سوار ہوا کہ ملک حبشہ چلا جائے لیکن بادتند وتیز نے کشتی کو گھیر لیا تو کشتی والوں نے ایک دوسرے سے کہا:

"اَخْلِصُوا لِرَبِّكُمُ الدُّعَاءَ فَاِنَّهٗ لَا يُنْجِيْ هٰهُنَا اِلَّا هُوَ "

---

① رُوحوں کی دنیا: ۱۶۳، احمد رضا خاں۔

''اپنے رب کو خالص پکارو یہاں اس کے علاوہ کوئی نجات نہیں دے سکتا۔''

یہ بات سن کر عکرمہ نے کہا:

"وَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَ لَا يُنْجِيْ فِي الْبَحْرِ غَيْرُهُ فَإِنَّهُ لَا يُنْجِيْ فِي الْبَرِّ أَيْضًا غَيْرُهُ۔"

''اللہ کی قسم اگر سمندر میں ایک اللہ کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات دہندہ نہیں ہے۔اے اللہ! مجھ پر عہد ہے اگر میں یہاں سے صحیح سلامت نکل گیا تو میں محمد ﷺ کے ہاتھ رکھ دوں گا اور میں آپ ﷺ کو ضرور رؤف ورحیم پاؤں گا۔''

پھر عکرمہ بن ابی جہل نے آکر اسلام قبول کر لیا۔ ①

اہل عرب کو مشرک کیوں کہا گیا؟

ان آیات بینات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ مشرکین مکہ صرف یہ نہیں کہ ذات باری تعالیٰ کا اقرار کرتے تھے بلکہ اسے آسمانوں اورزمین کا خالق، سماعتوں اور بینائی کی قوتوں کا مختار و مالک، رازق، مدبر الامور، پناہ دینے والا، نفع ونقصان کا مالک بھی سمجھتے تھے اور سخت مشکلات میں خالص اسے ہی پکارتے تھے، پھر سوال یہ ہے کہ انہیں مشرک کیوں قرار دیا گیا؟

اس بات کا جواب قران حکیم کے مطالعہ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ ہستیوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مافوق الاسباب اختیار دیے گئے ہیں اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ ہستیاں ہماری سفارش کر کے ہماری مرادیں پوری کرا

---

① تفسیر ابنِ کثیر: ۴۶۴/۳، تفسیر سورۃ العنکبوت۔ نیز اسد الغابة فی معرفة الصحابة:۵/۴ اور الإصابة فی تمییز الصحابة:۴۹۷/۲ میں ھے کہ لوگوں نے کہا: أَخْلِصُوْا فَإِنَّ آلِهَتَكُمْ لَاتُغْنِيْ عَنْكُمْ هٰهُنَا شَيْئًا " خالص اللّٰہ کو پکارو تمھارے معبودان یہاں کچھ کام نہیں آئیں گے۔" سنن نسائی، کتاب المحاربة الحکم فی المرتد :۴۰۸۷۔ البدایة و النهایة: ۴/ ۲۵۹

دیتی ہیں اور ہمیں اللہ کے قریب کر دیتی ہیں جسے ان کی عبادت قرار دیا گیا۔

کیا مشرکین صرف بتوں کی عبادت کرتے تھے؟

سب سے پہلے ان ہستیوں کے بارے میں آیات قرآنیہ ملاحظہ کریں کہ وہ بت تھے یا صالحین بندے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿٥٦﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾﴾ (الإسراء:٥٦، ٥٧)

''تم فرماؤ! پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکالیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا، وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔'' ①

نعیم الدین مراد آبادی اس کی تشریح میں راقم ہیں:

کفار جب قحط شدید میں مبتلا ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے اور مردار کھا گئے اور سید عالم ﷺ کے حضور میں فریاد لائے اور آپ ﷺ سے دعا کی التجا کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب مقرب لوگوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انہیں پکارو اور وہ تمہاری مدد کریں اور جب تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے تو کیوں انہیں معبود بناتے ہو؟ ②

پھر آگے مقبول بندوں کے بارے میں لکھتے ہیں: جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عزیر علیہ السلام

---

① ترجمہ احمد رضا خاں بریلوی۔ ② ص: ٤١٤ حاشیہ نمبر ١١٧۔

اور ملائکہ۔ ①

مولوی احمد رضا خان اور نعیم الدین مراد آبادی کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ مشرکین جن ہستیوں کو پکارتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول و مقرب بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام اور ملائکہ تھے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ﴾ الآية۔ قَالَ: كَانَ اَهْلُ الشِّرْكِ يَقُوْلُوْنَ نَعْبُدُ الْمَلَائِكَةَ وَ الْمَسِيْحَ وَ الْعُزَيْرَ))

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا: مشرکین کہتے تھے کہ ہم فرشتوں، عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں۔''

اسی طرح یہی تفسیر مجاہد رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے۔ ②

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ نے عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی، طبرانی وغیرہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے کہ:

((كَانَ نَفَرٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعْبُدُوْنَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَاَسْلَمَ النَّفَرُ مِنَ الْجِنِّ وَ تَمَسَّكَ الْإِنْسِيُّوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ)) ③

''انسانوں کا ایک گروہ جنوں کے ایک گروہ کی عبادت کرتا تھا، جنوں کے گروہ نے اسلام قبول کر لیا اور انسانوں نے ان کی عبادت کو تھام لیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔''

اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ:

((إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَعَبَدُوْا عِيْسٰى وَ أُمَّهٗ وَعُزَيْرًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالْكَوَاكِبَ)) ④

① ص: ٤١٤ حاشیہ نمبر: ١١٨۔ ② ابن کثیر: ٥٣/٣۔ ③ روح المعانی: ٩٧/١٥۔

④ رُوح المعانی: ٩٨،٩٧/١٥۔ نیز دیکھیں: بیضاوی: ٥٧٤/١، تفسیر مدارک: ٤٦/٤، تفسیر خازن: ٤٦/٤، تفسیر بغوی: ١٢٠/٣، وغیرہ۔

''یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا سو انہوں نے عیسیٰ اور ان کی ماں مریم علیہما السلام، عزیر علیہ السلام، سورج، چاند اور ستاروں کی عبادت کی۔''

مندرجہ بالا تفسیر سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب صرف بتوں کی عبادت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ وہ عیسیٰ، سیدہ مریم، عزیر علیہم السلام، جنوں، فرشتوں، سورج، چاند اور ستاروں کی بھی عبادت و پرستش کرتے تھے تو یہ آیت کریمہ نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کی تردید کر دی اور واضح کر دیا کہ یہ ہستیاں دکھ درد دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں اور نہ ہی مشکل کشا اور داتا ہو سکتی ہیں۔ جب عیسیٰ و عزیر علیہما السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر مشکل و مصیبت دُور کرنے کی قوت و طاقت نہیں رکھتے تو پھر علی ہجویری گنج بخش اور داتا کیسے ہو سکتے ہیں اور معین الدین چشتی وغیرہ کیسے کشتیاں پار لگا سکتے ہیں؟ بابا شاہ جمال کیسے خوبصورت و سرخ لال بیٹے عطا کر سکتا ہے؟

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِى هَٰٓؤُلَآءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا۟ ٱلسَّبِيلَ ﴿١٧﴾ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ مَا كَانَ يَنۢبَغِى لَنَآ أَن نَّتَّخِذَ مِن دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَآءَ وَلَٰكِن مَّتَّعْتَهُمْ وَءَابَآءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا۟ ٱلذِّكْرَ وَكَانُوا۟ قَوْمًۢا بُورًا ﴿١٨﴾ (الفرقان:۱۷، ۱۸)

''اور جس دن اکٹھا کرے گا انہیں (یعنی مشرکین کو) اور جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر ان معبودوں سے فرمایا جائے گا کیا تم نے گمراہ کر دیے یہ میرے بندے یا یہ خود ہی راہ بھولے۔ وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھے، ہمیں سزا وار نہ تھے کہ تیرے سوا کسی اور کو مولا بنائیں لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو برتنے دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد بھول گئے اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے۔''[1]

---

① ترجمہ احمد رضا۔

یہ معبود عیسیٰ، عزیر (علیہما السلام) اور ملائکہ تھے۔ ①

جیسے فرمایا:

وَإِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِى وَأُمِّىَ إِلَـٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَـٰنَكَ مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِى بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُۥ فَقَدْ عَلِمْتَهُۥ ۚ تَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِى وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّـٰمُ ٱلْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِى بِهِۦٓ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۚ (المآئدۃ: ۱۱۶، ۱۱۷)

''اور جب اللہ تعالیٰ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو الٰہ بنالو، تو وہ جواب میں عرض کریں گے کہ ''سبحان اللہ'' میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے۔ آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں، میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا مجھے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَـٰٓئِكَةِ أَهَـٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا۟ سُبْحَـٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ (سبأ: ۴۰، ۴۱)

---

① مدارك: ۴۳۰/۴۔ خازن: ۴۳۰/۴۔ بیضاوی: ۱۳۷/۲۔ روح المعانی: ۳۲۵/۱۸۔ ابن کثیر: ۳۴۳/۳۔ بغوی: ۳۶۳/۳۔

''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے تو ہی ہمارا کارساز ہے، ان کے علاوہ بلکہ یہ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے اکثر ان پر ایمان لائے ہوئے تھے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم ۗ مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٢٠﴾ (الزخرف:۱۹، ۲۰)

''اور انہوں نے فرشتوں کو کہ رحمٰن کے بندے ہیں، عورتیں ٹھہرایا، کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے، اب لکھ لی جائے گی ان کی گواہی اور ان سے جواب طلب ہوگا اور بولے اگر رحمٰن چاہتا ہم انہیں نہ پوجتے، انہیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں، یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔'' ①

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین جن کی عبادت کرتے تھے ان میں فرشتے اور جن بھی تھے، مشرکین کے معبودوں کے بارے میں فرمایا:

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٢٠﴾ (النجم:۱۹، ۲۰)

''اب ذرا بتاؤ! تم نے کبھی اس لات اور اس عزیٰ اور تیسری ایک دیوی منات کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا ہے؟'' ②

صحیح بخاری میں ہے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي قَوْلِهِ (اللَّاتَ وَالْعُزّٰى) كَانَ

① ترجمہ احمد رضا۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب (افراء یتم اللات و العزّٰی) رقم:۴۸۵۹۔

اللَّاتُ رَجُلًا يَلِتُّ سَوِيْقَ الْحَاجِّ ﴾[1]

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لات ایک آدمی تھا جو حاجیوں کے لیے ستو گھولتا تھا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ لات ایک اچھے طرز کا آدمی تھا۔

اسی طرح عزیٰ ایک عورت تھی جس کا بت بنا کر مشرکین پوجتے تھے، اس عزیٰ بت کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے گرایا تھا۔[2]

نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دعوت توحید دی تو قوم نے کہا:

(نوح:۲۳)

''اور انہوں نے کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو ود اور سواع کو اور نہ یغوث ویعوق اور نسر کو۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

﴿ أَسْمَآءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ ﴾[3]

''یہ قوم نوح کے نیک مردوں کے نام ہیں۔''

مذکورہ بالا آیات مقدسات اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب جن ہستیوں کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے تھے ان میں اللہ کے نبی، فرشتے اور نیک و صالح افراد بھی تھے، نیز قرآن حکیم میں (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) میں وارد آیات کے عموم میں یہ تمام ہستیاں شامل ہیں۔ چند اور آیات ملاحظہ ہوں:

---

① ابن کثیر: ۲٦۷/٤۔

② تفسیر ابن کثیر: ۲٦۷/٤۔ السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب التفسیر: ۱۱٥٤۷۔ ٤۷٤/٦۔ البدایة و النهایة: ۲۷٥،۲۷٤/٤۔

③ بخاری کتاب التفسیر سورة نوح رقم: ٤۹۲۰۔

کیا (مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ) سے مراد صرف بت ہیں؟

إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ عِبَادٌ أَمۡثَالُكُمۡۖ فَٱدۡعُوهُمۡ فَلۡيَسۡتَجِيبُواْ لَكُمۡ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ ۝ (الأعراف:۱۹۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ کے علاوہ جنہیں تم پکارتے ہو وہ تمہاری مثل بندے ہیں ان سے دعائیں مانگ دیکھو یہ تمہاری دعاؤں کا جواب دیں اگر تم سچے ہو۔''

وَجَعَلُواْ لِلَّهِ شُرَكَآءَ ٱلۡجِنَّ وَخَلَقَهُمۡۖ وَخَرَقُواْ لَهُۥ بَنِينَ وَبَنَٰتِۭ بِغَيۡرِ عِلۡمٖۚ سُبۡحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ (الأنعام:۱۰۰)

''اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو حالانکہ اس نے ان کو بنایا اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں جہالت سے، پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔''①

قُلِ ٱدۡعُواْ ٱلَّذِينَ زَعَمۡتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمۡلِكُونَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيهِمَا مِن شِرۡكٖ وَمَا لَهُۥ مِنۡهُم مِّن ظَهِيرٖ ۝ (سبأ:۲۲)

''تم فرماؤ پکارو! انہیں جنہیں اللہ کے سوا سمجھے بیٹھے ہو وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں، آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ اور نہ اللہ کا ان میں سے کوئی مددگار۔'' ②

ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ

---

① ترجمہ: احمد رضا خاں۔

② تفسیر مدارک ۱۵۹/۵ میں ہے: ''قوله (مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ) اَیۡ مِنَ الۡاَصۡنَامِ وَالۡمَلَا ئِکَةِ'' یعنی (مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ) سے مراد بت اور فرشتے ہیں، چند ایک اور آیات ملاحظہ ہوں جن میں (مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ) سے مراد ذوی العقول ہیں۔

وَٱلْمَسِيحَ ٱبْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا۟ إِلَٰهًا وَٰحِدًا ۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾

(التوبة: ٣١)

''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور اس طرح مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی۔ حالانکہ انہیں ایک معبود برحق کے علاوہ کسی کی بندگی کا حکم نہیں دیا گیا۔ وہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں (مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) سے مراد علماء، درویش اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ ٱللَّهُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا۟ عِبَادًا لِّى مِن دُونِ ٱللَّهِ (آل عمران: ٧٩)

''کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے سوا تم میرے بندے بن جاؤ۔''

یہاں (مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں جنہیں کتاب، حکمت اور نبوت جیسی اہم خصوصیات سے نوازا گیا۔

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ (آل عمران: ٦٤)

''کہہ دیجیے اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔''

یہاں (مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) سے مراد انسان ہی ہے۔

إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ إِنَـٰثًا (النساء:۱۱۷)

''وہ اللہ کے علاوہ عورتوں کو پکارتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں (مِنْ دُوْنِهٖ) سے مراد عورتیں ہیں۔ان تمام آیات سے واضح ہو گیا کہ (مِنْ دُوْنِهٖ اللّٰهِ) سے مراد صرف بت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) میں انبیاء، اولیاء، شہداء، ملائکہ، جن، انسان، شجر و حجر وغیرہ کو شامل کیا ہے۔

ان ہستیوں کے بارے میں مشرکین کا عقیدہ:

ا۔ عزیٰ کا آستانہ و استھان غطفان میں تھا، جب جنگ احد ہوئی اور کچھ دیر کے لیے مسلمانوں کی فتح شکست میں بدلی تو ابوسفیان (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) نے پہاڑی پر چڑھ کر کہا: ''کیا قوم میں محمد ﷺ ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے جواب نہ دو۔'' پھر اس نے کہا: ''کیا قوم میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''اسے جواب نہ دو۔'' پھر اس نے کہا: ''کیا قوم میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے جواب نہ دو۔'' تو وہ کہنے لگا: ''یہ سب قتل ہو چکے ہیں، اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اسے کہنے لگے:

''اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا اللہ نے ہمیں تیری رسوائی کے لیے زندہ رکھا ہے۔''

ابوسفیان نے کہا:

((اُعْلُ هُبَلُ))

''ہبل اونچا ہو۔''

نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو جواب دو:

((اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ))

''اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ و برتر ہے۔''

پھر ابوسفیان نے کہا:

((لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ))

''ہماری مددگار عزیٰ ہے اور تمہاری مددگار کوئی عزیٰ نہیں۔''

نبی ﷺ نے فرمایا اسے کہو:

((اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ))

''اللہ ہمارا مددگار ہے تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے'' [1]

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے معبودان باطلہ جو کہ احد کے موقع پر موجود نہ تھے، ان میں مشرکین کو مافوق الفطری قوتیں اور طاقتیں دکھائی دے رہی تھیں، تبھی تو انہوں نے عزیٰ کو مددگار و معاون سمجھا۔

۲۔ ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور اللہ کی عبادت کی طرف بلایا تو قوم نے جواب دیا:

قَالُوا يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَن قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٥٣﴾ إِن نَّقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ (هود: ٥٣، ٥٤)

''انہوں نے کہا اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی صریح شہادت لے کر نہیں آیا اور تیرے کہنے پر ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے اور تجھ پر ہم ایمان لانے والے نہیں، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے اوپر ہمارے معبودوں میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے۔''

یعنی تو نے ہمارے کسی حضرت کے آستانے کی گستاخی کی ہو گی جس کا خمیازہ تو بھگت رہا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة احد: ٤٠٣٤۔ و کتاب الجهاد: ٣٠٣٩۔

ہے کہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگا ہے اور یہی بستیاں جہاں تو عزت و وقار سے رہ رہا تھا، ان میں آج تجھے گالی گلوچ سے نوازا جا رہا ہے۔نعیم الدین مرادآبادی نے لکھا کہ:

''تم جو بتوں کو برا کہتے ہو اس لیے انہوں نے تمہیں دیوانہ کر دیا ہے۔''①

جیسے آج کل لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے ولی کے مزار اور آستانے سے درخت توڑا تو بزرگ اس کی ٹانگیں توڑ دیں گے۔

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُۥ ۖ وَيُخَوِّفُونَكَ بِٱلَّذِينَ مِن دُونِهِۦ

(الزمر: ۳٦)

''کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں اور تمہیں ڈراتے ہیں اس کے سوا اوروں سے۔''②

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا کہ کفار عرب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرانا چاہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے معبودوں کی برائیاں بیان کرنے سے باز آیئے ورنہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچائیں گے، ہلاک کر دیں گے یا عقل کو فاسد کر دیں گے۔

۴۔ « عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ قَالَ : كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَقُوْلُوْنَ: لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَكُمْ قَدٍ قَدٍ فَيَقُوْلُوْنَ اِلَّا شَرِيْكاً هُوَلَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا وَهُمْ يَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ »③

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے

---

① ص ۳۲۷ حاشیہ نمبر ۱۱۸۔

② ترجمہ: احمد رضا

③ صحیح مسلم، کتاب الحج ، باب التلبیة وصفتها ووقتها: ۱۱۸۵۔

ہوئے کہتے تھے: ((لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ)) نبی ﷺ فرماتے: ''ہلاکت ہو تمہارے لیے اسی پر کفایت کرو۔'' لیکن وہ کہتے: ((اِلَّا شَرِيكاً هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَ مَا مَلَكَ)) یعنی ''اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسا شریک جو تیرے لیے ہے، تو اس شریک کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی مالک ہے جو اس شریک کے اختیار میں ہے۔''

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ مشرکین اپنے معبودوں میں جو کچھ قوت و اختیار مانتے تھے اس کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ اختیارات ان کے ذاتی نہیں بلکہ اللہ کے عطا کردہ ہیں اور یہی تقاضا ان پچھلی آیات کا ہے جن میں کفار و مشرکین کا عقیدہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ساری کائنات کا خالق، مالک، رازق، مدبر الامور اللہ تعالیٰ ہے اور اس عطائی کلی اختیار کا عقیدہ رکھ کر وہ ان ہستیوں کو مشکلات و مصائب اور دکھ و آلام میں پکارتے تھے۔

۵۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّـُٔونَ ٱللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ (یونس: ۱۸)

''اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں، آپ (ﷺ) ان سے کہہ دیں کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک و برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔''

معلوم ہوا کہ مشرکین اپنے معبودوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کی سفارش سے اللہ ہماری ضرورتیں پوری کر دیتا ہے، ہماری بگڑیاں بنا دیتا ہے یا ہمارے دشمنوں کی بنی

ہوئی بگاڑ دیتا ہے، یعنی مشرکین بھی اللہ کے سوا جن کو مافوق الاسباب پکارتے تھے ان کو نفع و نقصان کے حصول میں مستقل نہیں سمجھتے تھے بلکہ انہیں غیر مستقل اور اپنے اور اللہ کے درمیان ذریعہ وواسطہ اور وسیلہ قرار دیتے تھے اور یہ شرک ہے جو آیت کے آخری جملے سے واضح ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ فَٱعْبُدِ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴿٢﴾ أَلَا لِلَّهِ ٱلدِّينُ ٱلْخَالِصُ ۚ وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ (الزمر: ۲،۳)

''بے شک ہم نے اس کتاب کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خالص عبادت کرنا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (ہستیاں) اللہ کے نزدیکی مرتبے تک ہماری رسائی کر دیں۔''

اس آیت سے بھی واضح ہوا کہ مشرکین مکہ اپنے معبودوں کو جو مافوق الاسباب پکارتے اور پوجتے تھے تو انہیں مستقل نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس لیے ان کی عبادت کرتے تھے کہ ان کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہو جائے یا اللہ کے ہاں یہ ہماری سفارش کریں یعنی مستقل عبادت اللہ کی ہی مانتے تھے کیونکہ سفارشی مستقل نہیں بلکہ غیر مستقل ہی ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین اپنے معبودوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مافوق الاسباب اختیارات دے رکھے تھے جس کی بنا پر وہ انہیں مشکلات و مصائب میں پکارتے تھے اور انہیں اپنا حاجت روا اور مشکل کشا گردانتے تھے اور اللہ کے ہاں اپنا سفارشی سمجھتے تھے اسی بنا پر انہیں مشرک قرار دیا گیا۔

یاد رہے کہ دعا و پکار اور امداد جو ماتحت الاسباب ہو وہ بالاتفاق جائز اور محل نزاع نہیں

ہے، جس کے دلائل قرآن حکیم میں موجود ہیں، جیسے فرمایا:

وَإِنِ ٱسْتَنصَرُوكُمْ فِى ٱلدِّينِ فَعَلَيْكُمُ ٱلنَّصْرُ (الأنفال: ۷۲)

''اور اگر وہ دین میں تم سے امداد کا مطالبہ کریں تو ان کی مدد تم پر لازم ہے۔''

کہیں فرمایا:

وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ (المائدۃ: ۲)

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون مت کرو۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

قَالَ رَبِّ إِنِّى دَعَوْتُ قَوْمِى لَيْلًا وَنَهَارًا (نوح: ۵)

''نوح علیہ السلام نے فرمایا: ''اے میرے پروردگار! میں نے انہیں دن رات پکارا، دعوت دی۔''

اسی طرح ہم دن رات بذریعہ ٹیلی فون یا وائرلیس یا ریڈیو یا انٹرنیٹ اور دیگر جدید ذرائع مواصلات کے ذریعے ایک دوسرے تک آواز و پیغام پہنچاتے ہیں، اس قسم کی ندا (Sound) یا پیغام (Message) جو بذریعہ آلات ہیں ماتحت الاسباب میں داخل ہو کر جائز ہیں، ناجائز و حرام نہیں۔ پس مخلوقات کا اپنی فطری قوت و اختیار کے دائرے میں رہ کر ایک دوسرے سے مدد لینا شرک و توحید کے مبحث سے خارج ہے۔ جب کہ انہیں اختیارات کے تحت مشرکین اپنے لیے بھی دوڑ دھوپ اور محنت سے کام لیتے تھے اور اپنی حاجات وضروریات کے لیے تگ و دو کرتے تھے۔

انہیں مشرک صرف اس بنا پر قرار دیا گیا کہ انہوں نے انبیاء، اولیاء، ملائکہ، جنوں اور دیوتاؤں وغیرہ کو فطری اختیارات اور دائرہ کار سے بالاتر ہو کر پکارنا شروع کر دیا تھا، اس

عقیدے کی تردید اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھرپور انداز سے کی۔

مشرکین کے عقیدے کی تردید:

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ (المائدة:٧٦)

''ان سے کہو کیا تم اللہ کے علاوہ ایسے کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لیے نہ نقصان کا اختیار رکھتا ہے اور نہ ہی نفع کا، حالانکہ سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔''

قُلْ أَنَدْعُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا (الأنعام:٧١)

''آپ ﷺ ان سے کہیں کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔''

أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَآ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ (الأعراف:١٩١، ١٩٢)

''کیا ایسے لوگوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، جو نہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ آپ اپنی مدد پر قادر ہیں۔''

إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ فَٱدْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ (الأعراف:١٩٤)

''بے شک وہ لوگ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو تمہاری مثل بندے ہیں، ان سے دعائیں مانگ دیکھو، یہ تمہاری دعاؤں کا جواب دیں اگر تم سچے ہو۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ (الأعراف: ۱۹۷)

''وہ لوگ جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی اپنی مدد آپ کر سکتے ہیں۔''

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (الرعد: ۱۴)

''اسی کو پکارنا برحق ہے اور وہ لوگ جو اس کے علاوہ کو پکارتے ہیں وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے، انہیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اس سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک پہنچ جا حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں، بس اسی طرح کا فروں کی دعائیں بھی کچھ نہیں ہیں۔''

قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ ۚ قُلْ أَفَاتَّخَذْتُم مِّن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ ۗ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (الرعد: ۱۶)

''ان سے پوچھو! آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہو اللہ۔ پھر ان سے کہو کہ جب حقیقت یہ ہے تو کیا تم نے اس کے سوا ایسے لوگوں کو کارساز بنا لیا ہے جو خود اپنے لیے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے؟ کہو کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تاریکیاں اور روشنی یکساں ہوتی ہیں؟ اور اگر ایسا نہیں تو ان کے مقرر کردہ شریکوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرح کچھ پیدا کیا ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر تخلیق کا معاملہ مشتبہ ہو گیا؟ کہو ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے اور وہ یکتا ہے، سب پر غالب۔''

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (النحل: ٢٠، ٢١)

''اور وہ دوسری ہستیاں جنہیں لوگ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں، مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہے کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھایا جائے گا؟''

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ (النحل: ٧٣)

''اور اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے لیے آسمانوں اور زمین میں سے کچھ بھی رزق نہیں دے سکتے اور نہ ہی انہیں اس کام کی استطاعت ہے۔''

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا (الإسراء: ٥٦)

''ان سے کہو پکارو! ان لوگوں کو جنہیں تم اللہ کے علاوہ گمان کرتے ہو، وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔''

وَاتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا ۝ (الفرقان: ٣)

''اور لوگوں نے اللہ کے علاوہ ایسے معبود بنا لیے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، جو نہ مار سکتے ہیں اور نہ زندہ کر سکتے ہیں، نہ مرے ہوئے کو پھر اٹھا سکتے ہیں۔''

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ ٱلْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِۦ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾ (الفرقان:٥٥)

''اور وہ اللہ کے علاوہ ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نفع دے سکتی ہیں اور نہ نقصان اور اوپر سے مزید یہ کہ کافر اپنے رب کے مقابلہ میں ہر باغی کا مددگار بنا ہوا ہے۔''

قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُۥ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ (سبأ:٢٢)

''ان سے کہو پکار دیکھو! اپنے ان معبودوں کو جنہیں تم اللہ کے علاوہ اپنا معبود سمجھتے ہو، وہ نہ آسمانوں میں سے کسی ذرہ برابر چیز کے مالک ہیں نہ زمین میں، وہ آسمانوں اور زمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں اور ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے۔''

وَٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا۟ دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا۟ مَا ٱسْتَجَابُوا۟ لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ (فاطر:١٣، ١٤)

''اور وہ ہستیاں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک پرکاہ کے مالک بھی نہیں ہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعائیں نہیں سن سکتے اور اگر سن لیں تو ان کا تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کردیں گے۔ حقیقت حال کی ایسی صحیح خبر تمہیں ایک خبر دینے والے کے سوا کوئی

نہیں دے سکتا۔‘‘

قُلْ أَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَرُونِى مَاذَا خَلَقُوا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ أَمْ ءَاتَيْنَٰهُمْ كِتَٰبًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِن يَعِدُ ٱلظَّٰلِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا (فاطر: ٤٠)

’’ان سے کہو کبھی تم نے دیکھا بھی ہے اپنے ان شریکوں کو جنہیں اللہ کے سوا تم پکارتے ہو؟ مجھے بتاؤ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا؟ یا آسمانوں میں ان کی کیا شرکت ہے؟ (اگر یہ نہیں بتا سکتے تو ان سے پوچھو) کیا ہم نے انہیں کوئی تحریر لکھ کر دی ہے جس کی بنا پر یہ (اپنے اس شرک کے لیے) کوئی صاف سند رکھتے ہوں؟ نہیں! بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کو محض فریب دیے جا رہے ہیں۔‘‘

قُلْ أَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَرُونِى مَاذَا خَلَقُوا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ ۖ ٱئْتُونِى بِكِتَٰبٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَآ أَوْ أَثَٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٤﴾ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُۥٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ وَهُمْ عَن دُعَآئِهِمْ غَٰفِلُونَ ﴿٥﴾ وَإِذَا حُشِرَ ٱلنَّاسُ كَانُوا۟ لَهُمْ أَعْدَآءً وَكَانُوا۟ بِعِبَادَتِهِمْ كَٰفِرِينَ ﴿٦﴾ (الأحقاف: ٤ - ٦)

’’اے نبی (ﷺ)! ان سے کہو کبھی تم نے آنکھ کھول کر دیکھا بھی ہے کہ وہ ہستیاں ہیں کیا جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ ذرا مجھے دکھاؤ تو سہی کہ زمین میں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں کی تخلیق یا تدبیر میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ اس سے پہلے آئی ہوئی کوئی کتاب یا علم کا بقیہ (ان عقائد کے ثبوت میں) تمہارے پاس ہو تو وہی لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ آخر اس آدمی سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو اللہ کے علاوہ ایسی ہستیوں کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکتی ہوں بلکہ وہ

ان کی دعاؤں سے بے خبر ہیں اور جب تمام انسان جمع کیے جائیں گے اس وقت وہ ہستیاں پکارنے والوں کی دشمن بن جائیں گی اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گی۔''

مذکورہ بالا آیات مقدسات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے عقیدے کی تردید کی ہے اور واضح کر دیا ہے کہ مافوق الاسباب قوتوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے علاوہ پوری کائنات میں سے کسی کو اختیارات کا ایک ذرہ بھی نہیں ملا، جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ میں اسباب سے بالاتر ہو کر ایک ذرہ بھی اختیار تسلیم کرتا ہے وہ شرک کرتا ہے، یہی شرک فی التصرف ہے، اس کا مرتکب مشرک ہے۔

کیا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو مافوق الاسباب اختیارات حاصل تھے؟:

ا۔ انبیاء و رسل علیہم السلام جس خاص مقصد کے لیے بھیجے گئے تھے وہ انسانوں کو ہدایت کرنا، انہیں ظلمات سے نور کی طرف لانا، کفر و شرک کے گڑھوں سے نکال کر توحید کی حقیقت سمجھانا تھا، اس سلسلے میں انبیاء و رسل علیہم السلام نے یہ کام تو بدرجۂ اتم کیا کہ لوگوں کو حق کی طرف بلاتے اور حق بات سناتے تھے لیکن انہیں یہ قوت و اختیار نہیں دیا گیا تھا کہ جس کے دل میں چاہیں یہ ہدایت اتار دیں۔ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، انبیاء کا کام صرف رہنمائی کرنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب جب قریب المرگ تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو اس کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ کو پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے چچا! لا الٰہ الا اللہ کہہ لے میں اسے اللہ کے ہاں بطور حجت پیش کروں گا۔''

ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا:

''کیا تو دین عبدالمطلب سے بے رغبتی اختیار کرے گا؟۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کلمہ توحید پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے حتیٰ کہ

ابوطالب نے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا اور کہا میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں تو نبی ﷺ نے فرمایا:

”میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہوں گا جب تک روکا نہ گیا۔“

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ

(التوبة: ۱۱۳)

”نبی ﷺ اور ایمان والوں کے لیے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے بخشش مانگیں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں جب کہ انہیں واضح ہو جائے کہ وہ دوزخی ہیں۔“

اسی طرح ابوطالب کے بارے میں یہ آیت بھی نازل ہوئی:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ

(القصص: ۵۶)

”بے شک آپ ﷺ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔“[1]

---

[1] خزائن العرفان، مولوی نعیم الدین مُراد آبادی بریلوی ص: ۵۶۴،۲۹۴۔ بخاری، کتاب التفسیر : ۴۶۷۵۔ و تفسیر سورة قصص :۴۷۷۲۔ و کتاب الجنائز :۱۳۶۰۔ و کتاب مناقب الانصار، باب قصة ابی طالب :۳۸۸۴۔ صحیح مسلم ،کتاب الایمان، باب الدلیل علی صحة إسلام من حضرة الموت، الخ : ۳۹۔ السنن الکبرٰی للنسائی ،کتاب الجنائز، باب النهی عن الاستغفار للمشرکین : ۴/ ۹۱،۹۰(۲۰۳۴)۔ مسند ابو عوانه :۱۴/۱،۱۵، مسند احمد: ۴۳۳/۵، مشکل الاژار للطحاوی ۱۸۷/۳، کتاب الإیمان لا بن منده :۳۷۔ صحیح ابن حبان : ۹۷۸۔ ۱۰/۳، دلائل النبوة للبیقی :۳۴۳،۳۴۲/۲۔ شرح السنة : ۵۶،۵۵/۵۔ اسباب النزول للواحدی : ۱۷۷۔ اسباب النزول عن الصحابه و المفسرین لعبد الفتح القاصی : ۱۵۵،۱۱۵۔ الصحیح المسند من اسباب النزول لمقبل بن هادی الوادی : ۸۰۔ ۱۱۲۔

معلوم ہوا کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اگر نبی کریم ﷺ کو یہ اختیار ہوتا تو ابوطالب کو کبھی کفر پر نہ مرنے دیتے کیونکہ نبی کریم ﷺ ابوطالب کے ایمان کے بڑے حریص تھے بلکہ آپ ﷺ تو ہر کافر کے ایماندار ہونے کے حریص تھے،اسی لیے بہت زیادہ محنت اور جدوجہد سے کام لیتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا۟ بِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَسَفًا

(الكهف: ٦)

''تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔'' ①

ایک اور مقام پر فرمایا:

لَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا۟ مُؤْمِنِينَ ﴿٣﴾ إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ ءَايَةً فَظَلَّتْ أَعْنَٰقُهُمْ لَهَا خَٰضِعِينَ (الشعراء: ٣، ٤)

''کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔ اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ ان کی گردنیں اس کے حضور جھکی رہ جائیں۔''

مزید فرمایا:

وَمَآ أَنتَ بِهَٰدِ ٱلْعُمْىِ عَن ضَلَٰلَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِـَٔايَٰتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ (الروم: ٥٣)

''اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت کرنے والے نہیں، تمہارے سنائے تو وہی سنتے

---

① ترجمہ احمد رضا۔

ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انبیاء ورسل علیہم السلام جس مشن کے لیے مبعوث کیے گئے تھے اس میں بھی ان کو مافوق الاسباب قوتیں اور اختیارات حاصل نہ تھے، ان کا کام صرف بات پہنچانا تھا، اسے دلوں میں اتارنا اور صراط مستقیم کی توفیق عنایت فرمانا اللہ وحدہ لاشریک کا کام ہے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جب فوت ہوا تو اس کا بیٹا عبداللہ (جو مسلمان اور باپ کا ہم نام تھا) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ:

''آپ اپنی قمیص عنایت فرمائیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفنا دوں، دوسرے آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔''

آپ ﷺ نے قمیص بھی عنایت کر دی اور جنازہ پڑھانے کے لیے بھی تشریف لے گئے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا:

'' اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھانے سے روکا ہے آپ ﷺ کیوں اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے (یعنی دعائے مغفرت سے روکا نہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر آپ (ﷺ) ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو میں معاف نہیں کروں گا تو میں ستر سے زیادہ مرتبہ ان کے لیے بخشش مانگ لوں گا۔''

چنانچہ آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِۦٓ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَمَاتُوا۟ وَهُمْ فَـٰسِقُونَ (التوبۃ: ۸۴)

''ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ ہرگز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا

ہے اور مرتے دم تک بدکار و بے اطاعت رہے۔''①

ایک روایت میں ہے:

''جب اسے دفنانے کے لیے قبرستان لے جایا گیا اور قبر میں دفنایا گیا پھر آپ ﷺ تشریف لائے اسے قبر سے نکلوایا اور اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنا لعاب دہن لگایا اور قمیص پہنائی۔''②

معلوم ہوا کہ جسے عقیدۂ توحید اور صحیح ایمان نصیب نہیں اسے کائنات کی بڑی سے بڑی ہستی بھی اللہ تعالیٰ سے معاف نہیں کروا سکتی اور یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ نبی ﷺ جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت اعلیٰ مقام و منصب عطا کیا، وہ بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ ہدایت دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔ عبداللہ بن ابی کو آپ ﷺ کا قمیص مبارک پہنانا، اس کی نماز جنازہ ادا کرنا اور لعاب دہن لگانا کچھ کام نہ آیا۔ لہٰذا جب آپ ﷺ کی قمیص اور لعاب کا تبرک کسی کی بخشش و نجات کا سبب نہ بن سکا تو موجودہ دور کے متصوفین، پیر و فقیر، آستانہ و گدی نشین اور دستار و جبہ کے عمین کا تبرک کیا حیثیت رکھتا ہے؟

۲۔ انبیاء و رسل علیہم السلام نے جب اپنے دعوتی مشن کو روئے زمین پر پھیلانا چاہا تو شیاطین و طواغیت اور ان کے متبعین نے انہیں بڑے بڑے مصائب و آلام سے ہمکنار کیا اور انبیاء علیہم السلام کا جو طرزِ عمل تھا اس سے بالکل یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ مختار کل نہ تھے اور نہ ہی مافوق الاسباب قوتوں اور اختیارات سے متصف تھے۔ قرآن حکیم میں بہت سارے انبیاء و رسل علیہم السلام کا تذکرہ موجود ہے۔

نوح علیہ السلام کی قوم پر جب ان کی تبلیغ گراں گزری تو قوم نے کہا:

---

① بخاری، کتاب التفسیر: ٤٦٧٢۔ تفسیر ابنِ ابی حاتم: ١٨٥٨،١٨٥٧/٦۔ تفسیر ابن کثیر: ٤١٦/٢۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین و أحکامهم: ٢٧٧٤۔ الصحیح المسند من أسباب النزول: ص: ٧٩۔

② بخاری، کتاب اللباس، باب لُبسِ القمیص: ٥٧٩٥۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین وأحکامهم: ٢٧٧٣۔

قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ (الشعراء:۱۱۶)

''بولے اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگسار کیے جاؤ گے۔''①

اس دھمکی پر نوح علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ آ جاؤ مقابلہ کر لو بلکہ اللہ تعالیٰ سے اپنی اور مومنین کی نجات کی دعا کی:

قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ۝ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَن مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (الشعراء:۱۱۷، ۱۱۸)

''عرض کی: ''اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلایا، تو مجھ میں اور ان میں پورا فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔'' ②

بلکہ نوح علیہ السلام نے یہاں تک کہا:

فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ (القمر:۱۰)

''اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔'' ③

معلوم ہوا کہ اگر نوح علیہ السلام کو مافوق الاسباب قوتیں میسر ہوتیں تو مغلوبیت کا ذکر نہ کرتے اسی طرح ہود علیہ السلام کے لیے سورۃ ہود ۵۴۔۵۶، ابراہیم علیہ السلام کے لیے انبیاء: ۷۰،۷۱، لوط علیہ السلام کے لیے شعراء: ۱۶۷۔۱۶۹، ھود: ۸۰، ۸۱ شعیب علیہ السلام کے لیے ھود: ۹۱، ۹۲، ایوب علیہ السلام کے لیے: ۴۱:۴۳، موسیٰ علیہ السلام کے لیے طٰہٰ: ۴۵، شعراء ۱۴ القصص: ۳۳، ہارون علیہ السلام کے لیے اعراف: ۱۵ جیسی سورتوں کا مطالعہ کریں۔

خاتم الانبیاء سید المرسلین، امام اعظم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ احد میں زخمی ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے:

((كَيْفَ يُصْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ وَكَسَرُوا رُبَاعِيَتَهُ وَهُوَ يَدْعُوهُمْ

① ترجمہ: احمد رضا

② ترجمہ: احمد رضا

③ ترجمہ: احمدرضا

اِلَی اللّٰہِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ ﴾))[1]

''وہ قوم کیسے کامیاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا اور اس کا اگلا دانت توڑ دیا، حالانکہ وہ انہیں اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دے رہا تھا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''(اے نبی ﷺ!) فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔'' اللہ کو اختیار ہے چاہے انہیں معاف کرے چاہے سزا دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔''

معلوم ہوا کہ نبی مکرم ﷺ کو اگر مافوق الاسباب اختیارات حاصل ہوتے تو آپ ﷺ کفار کے ہاتھوں زخمی نہ ہوتے۔ اگر آپ ﷺ نے اختیارات رکھتے ہوئے استعمال نہیں کیے تو ایسے جذبات کا اظہار کیوں کیا؟ جس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کریمہ نازل کی۔

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب اللہ تعالیٰ کی ذات کا اقرار کرتے اور اسے خالق، مالک، رازق، مدبرالامور، سماعتوں اور بینائی کی قوتوں کا مالک اور پناہ دینے والا سمجھتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انبیاء و رسل علیہم السلام، ملائکہ، جن اور بتوں وغیرہ کو مافوق الاسباب قوتوں کا مالک بھی سمجھتے تھے اور اپنی مشکلات و حاجات میں انہیں پکارتے تھے، ان سے مرادیں مانگتے اور ان کے نام کے نذرانے دیتے تھے جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرک قرار دیا۔

---

[1] مسلم ،کتاب الجهاد و السير، باب غزوة أحد: ۱۷۹۱۔ مسند احمد:۹۹/۳، ۱۷۹، ۲۰۱، ۲۰۶، ۲۵۳، ۲۸۸۔ ترمذی کتاب التفسیر:۳۰۱٤۔ ابنِ سعد:۳۱/۲۔ ابنِ جریر: ۸٦/٤، ۸۷۔ ابنِ ماجه، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء: ٤۰۲۷۔ اسباب النزول للواحدی:٦۹۔ اسباب النزول عن الصحابة و المفسرین ص۵۱ لعبد الفتاح القاضی۔ الصحیح المسند من اسباب النزول ص۳٦ لمقبل بن هادی الوادی۔

کلمہ گو مشرک

س: کلمہ شہادت پڑھنے والے شخص کو مشرک کہا جا سکتا ہے؟

ج : جس طرح تبارک و تعالیٰ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ اکیلا ہی حاجت روا، مشکل کشا، روزی رساں، فریادرس، گنج بخش، فیض عالم، غوث اعظم، بندہ پرور، اولاد کی نعمتوں سے نوازنے والا نفع ونقصان کا مالک اور تمام کائنات کا منتظم حقیقی ہے اسی طرح فرمانروا اور حلال وحرام کے اختیار کا مالک بھی وہی ہے، اگر کوئی شخص کلمہ شہادت پڑھ کر بھی غیر اللہ کو حلال وحرام کا مالک ومختار اور مشکل کشا وحاجت روا سمجھے تو وہ بھی مشرک کہلائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ

(الأنعام: ١٢١)

''اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور وہ بے شک حکم عدولی ہے اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کا کہنا مانو تو اس وقت تم مشرک ہو۔'' [1]

شیطان نے اپنے ساتھیوں کے ذریعے یہ بات پھیلائی کہ یہ مسلمان اللہ کے ذبح کیے

---

[1] ترجمہ: احمد رضا۔

ہوئے یعنی مردار کو تو حرام اور اپنے ہاتھ سے ذبح کیے ہوئے کو حلال گردانتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کو ماننے والے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا جس پر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اسے کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے نہ کھاؤ اور ان مشرکین کی باتوں کے پیچھے مت لگو، اگر تم نے حکم خداوندی ترک کر دیا اور مشرکین کی اطاعت اختیار کر لی تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔

امام ابوبکر المعروف ابن العربی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((اِنَّمَا یَکُوْنُ الْمُؤمِنُ بِطَاعَةِ الْمُشْرِكِ مُشْرِکاً اِذَا اَطَاعَهٗ فِیْ اعْتِقَادِهٖ الَّذِی هُوَ مَحَلُّ الْکُفْرِ وَ الْاِیْمَانِ فَاِذَا اَطَاعَهٗ فِی الْفِعْلِ وَعَقْدُهٗ سَلِیْمٌ مُسْتَمِرٌّ عَلَى التَّوْحِیْدِ وَالتَّصْدِیْقِ فَهُوَ عَاصٍ فَافْهَمُوْهُ ذٰلِكَ فِی کُلِّ مَوْضِعٍ))①

''مومن آدمی جب مشرک کی اطاعت اس عقیدے میں کرتا ہے جو کفر و ایمان کا محل ہے تو مشرک ہو جاتا ہے اور اس کا عقیدہ توحید و ایمان پر سالم و قائم ہے لیکن وہ مشرک کی اطاعت افعال میں کرتا ہے تو عاصی و نافرمان ہے۔ یہ بات ہر مقام پر سمجھ لو۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَدَلَّتِ الْاٰیَةُ عَلٰى اَنَّ مَنِ اسْتَحَلَّ شَیْئًا مِمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى صَارَ بِهٖ مُشْرِکًا وَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمَیْتَةَ نَصًّا فَاِذَا قَبِلَ تَحْلِیْلَهَا مِنْ غَیْرِهٖ فَقَدْ اَشْرَكَ))②

''اس آیت کریمہ نے اس بات پر دلالت کی ہے کہ جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال جانا تو وہ مشرک ہو گیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے مردار کو بطور

① أحکام القران : ۲/ ۷۵۲۔ ② تفسیر قرطبی : ۷/ ۵۱۔

نص حرام کیا ہے جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے وہ اس کی حلت کو قبول کر لے گا تو شرک کا مرتکب ہوگا۔''

امام زجاج رحمہ اللہ نے فرمایا:

((وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلىٰ أَنَّ مَنْ اَحَلَّ شَيْئًا مِمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ اَوْ حَرَّمَ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فَهُوَ مُشْرِكٌ))[1]

''اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس نے اللہ کی حرام کردہ کسی چیز کو حلال جانا یا اس کی حلال کردہ کو حرام جانا تو وہ مشرک ہے۔''

کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو حلال وحرام کا مختار ماننا اسے رب بنانا ہے جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو حلال وحرام کا اختیار سونپ دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾

(التوبة:٣١)

''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور اس طرح مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی، حالانکہ ان کو ایک معبود برحق کے سوا کسی کی عبادت کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ان کی مشرکانہ باتوں سے پاک ہے۔''

علاوہ ازیں تفسیر ابنِ کثیر :۳۸۴/۲، تفسیر ابن ابی حاتم ۱۷۸۴/۶، جامع بیان العلم ۱۰۹/۲ وغیرہ میں عدی بن حاتم کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو

---

[1] معالم التنزيل المعروف تفسير بغوى : ۲/ ۱۲۷۔

ان کے گلے میں سونے یا چاندی کی صلیب تھی، آپ ﷺ اس وقت اس آیت کریمہ کی تلاوت کر رہے تھے تو عدی نے کہا:

''یارسول اللہ ﷺ! وہ تو علماء اور پادریوں کی عبادت نہیں کرتے تھے۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ ان کی حلال کردہ اشیاء کو حلال اور حرام کردہ اشیاء کو حرام گردانتے تھے اور یہ ان کی عبادت ہے۔''[1]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا اختیار حلال وحرام کسی دوسرے میں تسلیم کرنا ان کی عبادت کرنا ہے اور یہ شرک ہے اسی لیے سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۲۱ میں اللہ نے مسلمانوں سے فرمایا:

وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ (الأنعام: ۱۲۱)

''اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو۔''

معلوم ہوا کہ مسلمان اگر مشرکین کے عقائد میں ان کی پیروی کرے گا تو مشرک کہلائے گا۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾ (یوسف: ۱۰۶)

''ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں یعنی اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہیں پھر بھی مشرک ہیں۔''

امام مالک رحمہ اللہ کا عقیدہ:

امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کے دور میں بھی مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہو چکے تھے، اس وقت کے قدریہ جو تقدیر کے منکر تھے جب ان کے ساتھ شادی کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی:

---

[1] تفسیر العلی القدیر: ۳۳۱/۲۔

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ (البقرۃ: ۲۲۱)

''مومن غلام مشرک سے بہتر ہے۔''①

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

((وَالَّذِيْنَ يَذُوْرُوْنَ قُبُوْرَ الْاَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَيَحُجُّوْنَ اِلَيْهِمْ لِيَدْعُوْهُمْ وَلِيَسْأَلُوْهُمْ اَوْ لِيَعْبُدُوْهُمْ وَيَدْعُوْهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هُمْ مُشْرِكُوْنَ))②

''جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کی قبور کی زیارت کرنے آتے ہیں اور انہیں پکارنے اور ان سے سوال کرنے کی غرض سے آتے ہیں یا اس لیے آتے ہیں کہ ان کی عبادت کریں اور انہیں اللہ کے علاوہ پکاریں تو ایسے لوگ مشرک ہیں۔''

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

((وَالدُّعَاءُ مِنْ جُمْلَةِ الْعِبَادَاتِ فَمَنْ دَعَا الْمَخْلُوْقِيْنَ مِنَ الْمَوْتىٰ وَالْغَائِبِيْنَ وَاسْتَغَاثَ بِهِمْ مَعْ اَنَّ هٰذَا اَمْرٌ لَمْ يَأْمُرْبِهِ اللّٰهُ وَلَا رَسُوْلُهُ اَمْرَ اِيْجَابٍ وَلَا اسْتِحْبَابٍ كَانَ مُبْتَدِعًا فِى الدِّيْنِ مُشْرِكاً بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ مُبْتَدِعَ بِدْعَةٍ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ))③

''دعا بھی عبادات میں سے ہے، جو شخص مردہ یا غائب مخلوقات کو پکارتا ہے اور ان

---

① کتاب السنة لابن ابی عاصم رقم: ۱۹۸ بتحقیق شیخ ناصر الدین الالبانی حفظه اللّٰه۔ علامه البانی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا هے، نیز دیکھیں شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة لهبة اللّٰه الطبری: ۷۳۲/٤۔

② الرد علی الاخنائی: ۵۲۔

③ کتاب الوسیلة بحواله توحید خالص ص۵۰۷۔للشیخ ابی محمد بدیع الدین شاه راشدی رحمه الله۔

سے مدد طلب کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا اور نہ اس کے رسول نے امر وجوبی اور استحبابی ، ایسا شخص دین میں مبتدع ، رب العالمین کے ساتھ مشرک ہے اور ایسی بدعت کا مرتکب ہو رہا ہے جس پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ۔''

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاب کا مؤقف:

حافظ صاحب تعویذ کے متعلق ایک سائل کے جواب میں فرماتے ہیں:

''یہ بات تو ظاہر ہے کہ اگر تعویذ میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے مدد مانگی گئی ہو یا غیر کا نام یا ہند سے لکھ کر گلے میں ڈالے جائیں تو یہ صریح شرک ہے اور ایسا کرنے والا مشرک ہے ، امام منانا جائز نہیں ۔''[1]

امت مسلمہ کے شرک کے متعلق احادیث نبویہ ﷺ:

ا۔ ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں ہے ، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِىْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِى الْاَوْثَانَ))[2]

''اتنی دیر تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک میری امت کے قبائل مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں اور یہاں تک کہ میری امت کے قبائل بتوں کی عبادت کریں گے ۔''

نبی ﷺ کی یہ پیشین گوئی بالکل سچ ثابت ہوئی ، نبی ﷺ کی امت میں سے آج کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو بت پرستی کے شرک میں مبتلا ہیں ۔

---

① مجلہ الدعوۃ اگست ۱۹۹۵ء ص : ۴۱ ۔

② ابوداؤد ، کتاب الفتن : ۴۲۵۲ ۔ مسند احمد : ۲۷۸/۵ ، ۲۸۴ ۔ ابن ماجہ : ۱۳۰۴/۲ (۳۹۵۲) مسند طیالسی (۹۹۱) / ۱۳۳ ۔

اولاً: قبر کی عبادت کرنا ہی بت پرستی ہے، نبی مکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ))[١]

''اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا (کہ اس کی عبادت کی جائے) اللہ تعالیٰ کی لعنت برسے ایسی قوم پر جنہوں نے اپنے انبیاء (علیہم السلام) کی قبروں پر مسجدیں بنائیں۔''

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ردالمختار میں مرقوم ہے:

((اَصْلُ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ اِتِّخَاذُ قُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ مَسَاجِدَ))[٢]

''بتوں کی عبادت کی اصل وجہ نیک لوگوں کی قبروں پر مسجدیں بنانا ہے۔''

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ قبروں پر مسجدیں بنانا، وہاں عبادت کرنا، قبروں پر سجدہ ریزی وغیرہ کا مفہوم قبروں کو بت بنانا ہے، لہٰذا جس بھی قبر پر عبادات سرانجام دی جاتی ہیں وہ بت ہیں، ان کی پرستش کرنا لعنت کا مستحق ٹھہرنا ہے۔

ثانیاً: ملک پاکستان میں کتنی ہی ایسی قبریں ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے۔

اس بات کا مشاہدہ کیا گیا ہے اور اب بھی کیا جا سکتا ہے بلکہ میں نے خود دیکھا ہے کہ صبح سویرے لوگ ویگنوں پر جب علی ہجویری کے دربار کے پاس سے گزرتے ہیں تو ویگن میں بیٹھے بیٹھے علی ہجویری کو سلام کرتے اور معافیاں مانگتے ہیں، قبر پرستی کے ساتھ ساتھ وہاں پر لکڑی وغیرہ کے بت بنا کر ان کی بھی پرستش کی جاتی ہے۔مدیر مجلۃ الدعوۃ جناب محترم امیر حمزہ صاحب سلطان باہو کے مزار کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں کہ:

''میں ایک کمرے میں...... اجازت پا کر جو میں اندر گیا تو وہاں قبریں ہی قبریں

---

① مسند حمیدی: ١٠٢٥۔ مسند احمد: ٢٤٦/٢۔ عبدالرزاق: ٤٦٤/٨۔

② اکمل البیان: ٤٥۔

تھیں، جنہیں میں نے گنا تو وہ تقریباً انیس تھیں، ان قبروں میں سے بعض پر لکڑی کے بت رکھے ہوئے تھے، یہ بت بھی خواتین کے تھے ایک بت کی ہیئت یوں تھی کہ عورت نے بچہ اٹھایا ہوا ہے۔"①

مزید لکھتے ہیں کہ:

"ایک عورت تھی، اس نے لکڑی کا کھلونا پکڑا اسے وہ اپنے جسم پر پھیرنے کے بعد اپنے بچوں کے جسم پر پھیرنے لگی۔"②

اگر مزید تسلی مطلوب ہو تو لاہور میں گھوڑے شاہ کے دربار کا مشاہدہ کر لیں، جہاں پر گھوڑوں کے بت کثیر تعداد میں رکھے ہوئے ہیں اور خواتین بالخصوص ان گھوڑوں کی پوجا کرتی دکھائی دیں گی۔

معلوم ہوا کہ سرور انبیاء، خاتم الرسل، محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہو رہی ہے، کلمہ پڑھنے والے آپ ﷺ کے امتی قبر پرستی اور بت پرستی کے قعر مذلت میں بری طرح گرے پڑے ہیں۔ بلکہ ان مزاروں اور آستانوں پر لگے ہوئے درختوں کی بھی پوجا پاٹ کی جاتی ہے۔ امیر حمزہ صاحب سلطان باہو کے دربار کے متعلق مزید رقمطراز ہیں:

"اسی طرح دربار کے پیچھے ایک بیری کا درخت ہے، اس درخت کے نیچے مرد اور عورتیں جھولیاں اور دامن پھیلا کر بیٹھے ہوتے ہیں، جس کی جھولی میں پتہ گر جائے وہ سمجھتا ہے مجھے بیٹی مل گئی، جس کے دامن میں پھل لگنے کے موسم میں بیر گر گیا وہ سمجھتا ہے لڑکا مل گیا"③

معلوم ہوا کہ مشرکین عرب کی طرح نام نہاد مسلمان بھی درختوں کی پوجا پاٹ کرتا ہے، ان درختوں کے ساتھ چادریں، سبز رنگ کے دوپٹے، جانوروں کی رسیاں اور پٹے بطور تبرک باندھتا ہے اور یہاں آ کر اپنی مرادیں طلب کرتا ہے۔

① آسمانی جنت اور درباری جھنم ص: ۱۱۹۔ ② ایضاً ص: ۱۲۰۔
③ آسمانی جنت ص:۱۱۷۔

نبی مکرم ﷺ نے درختوں کو متبرک سمجھ کر وہاں پر اشیاء لٹکانے کو انہیں معبود اور قابل پرستش بنانا قرار دیا ہے، سلطان باہو کے دربار پر جس طرح بیری کا درخت مشرکین کے لیے ملجاوماوی بنا ہوا ہے اسی طرح مشرکین کا بھی ایک بیری کا درخت تھا جسے ذات انواط کہا جاتا تھا۔ انواط، نُوطٌ کی جمع ہے جس کا معنی ہے لٹکانا اور معلق کرنا، مشرکین اس کے ساتھ اپنا اسلحہ اور دیگر سامان باندھ دیتے تھے اور اس کے گرد مجاور بن کر بیٹھ جاتے تھے، اس لیے اسے ذات انواط سے موسوم کیا گیا ہے، اس کے بارے میں حدیث نبوی ملاحظہ کریں:

((عَنْ اَبِیْ وَاقِدِنِ اللَّیْثِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ اِلٰی حُنَیْنٍ مَرَّ بِشَجَرَةٍ یُقَالُ لَهَا ذَاتُ اَنْوَاطٍ یُعَلِّقُ الْمُشْرِكُوْنَ عَلَیْهَا أَسْلِحَتَهُمْ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُ اَكْبَرُ هٰذَا كَمَا قَالَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ))[1]

''ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ جب حنین کی طرف نکلے تو ایک (بیری کے) درخت کے پاس سے گزرے جسے ذات انواط کہا جاتا تھا، مشرکین اس پر اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے (چند صحابہ رضی اللہ عنہم جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے) انہوں نے کہا جس طرح ان کے لیے ذات انواط ہے ہمارے لیے بھی اسی طرح کا ذات انواط بنا دیں۔ نبی ﷺ نے (یہ بات سن کر) فرمایا: ''اللہ اکبر! یہ تو اسی طرح ہے جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا ہمارے لیے بھی ایک معبود مقرر کر دیں

[1] مسند حمیدی واللفظ له (٨٤٨) ٣٧٥/٢۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لترکبنّ سنن من کان قبلکم :٢١٨٠۔ مسند احمد: ٢١/٥۔عبدالرزاق : ٣٦٩/١١۔ ابن حبان : ٢٤٨/٩ (٦٦٦٧)۔ مسند طیالسی: ١٣٤٦) ١٩١/۔ مسند ابی یعلیٰ: (١٤٤١) ٣٠/٣۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة: (٢٠٥) ١٢٤/١۔کتاب السنة لابن ابی عاصم: (٧٦) ٣٧/١۔

جس طرح ان کے معبود ہیں۔ البتہ ضرور تم پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔''
عبدالرزاق، مسند احمد، ابن حبان اور ابن ابی عاصم وغیرہ میں تصریح ہے کہ وہ بیری کا درخت تھا۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ تبرک کے لیے درختوں پر اسلحہ وغیرہ لٹکانا ان درختوں کو الٰہ بنانا ہے اور مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔'' پھر اس حدیث کا آخری جملہ اس بات پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتا ہے کہ نبی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے ایسے بھی ہوں گے جو پہلی قوموں کی طرح شرک کریں گے اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کے طریقے پر چلیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرک سے انتہائی نفرت کرتے تھے حتیٰ کہ اگر کہیں شرک کا شبہ تک پیدا ہو رہا ہوتا تو اسے دفن کر دیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ بیعت رضوان والے درخت کی لوگ پوجا پاٹ کرنے لگے ہیں اور اسے متبرک سمجھ کر اس کی عبادت کرنے لگے ہیں تو انہوں نے اسے اکھڑوا دیا تھا۔

((عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَلَغَهُ أَنَّ قَوْمًا يَأْتُوْنَ الشَّجَرَةَ فَيُصَلُّوْنَ عِنْدَهَا فَتَوَعَّدَهُمْ ثُمَّ أَمَرَ بِقَطْعِهَا فَقُطِعَتْ)) ①

'' نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگ (بیت رضوان والے) درخت کے پاس آ کر نمازیں ادا کرتے ہیں تو انہوں نے ان کو ڈرایا دھمکایا پھر اسے کاٹنے کا حکم دیا، پس اسے کاٹ دیا گیا۔''

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی سچی ثابت ہوئی، آپ ﷺ کا کلمہ پڑھنے والوں نے اس درخت کو متبرک جان لیا۔ جہاں آپ ﷺ نے ۱۴۰۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی تھی

① فتح الباری : ٤٤٨/٧ـ طبقات ابنِ سعد: ١٠٠/٢ـ البدع والنهی عنها لمحمد بن وضاح ـ ٤٢ ـ ٤٣ ـ ابنِ ابی شیبه: ٣٧٥/٢ـ مطبوعه حیدر آباد دکن ـ حافظ ابنِ حجرؒ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیاهے ـ

وہاں آ کر لوگوں نے نمازیں ادا کرنا شروع کر دیں۔ خلیفۃ المسلمین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو ڈانٹا بھی اور اسے کٹوا بھی دیا۔ موجودہ حکمرانوں کو عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے عبرت پکڑنا چاہیے اور درباروں اور آستانوں کی تعمیرات میں حصہ لینے کی بجائے انہیں گرانا چاہیے تاکہ شرک کے اڈوں کا خاتمہ ہو اور عقیدۂ توحید کی پختگی ہو کیونکہ مسلمان حکمران کا فریضہ ہے کہ وہ دین اسلام کا صحیح نظام قائم کرے اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب شرک کے اڈوں کا خاتمہ کیا جائے اور عقیدۂ توحید پر صحیح عمل درآمد کیا جائے، لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے حکمران بجائے اس کے کہ وہ صحیح اسلامی عقائد واعمال کی ترویج کریں اور ان کی اشاعت کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں اور قوتیں صرف کر دیں، مزارات و مقابر کی تعمیر و ترقی کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ اسی سلسلے کی کڑی پچھلے دنوں علی ہجویری کے مزار پر ایک دروازے کا افتتاح ہے جس کا افتتاح وزیراعظم اور وزیراعلیٰ نے اپنے حواریوں سمیت کر کے قبر پرستی کو تقویت دی ہے۔ یاد رہے جب تک یہاں قبر پرستی اور رب ذوالجلال والاکرام کی گستاخی اور شرک ہوتا رہے گا اس گناہ میں حکمران طبقہ برابر کا شریک ہوگا۔

علامہ احمد الرومی الحنفیؒ اپنی کتاب مجالس الابرار میں فرماتے ہیں:

«لَا يَجُوزُ اَنْ يُّنْذَرَ لِلْقُبُوْرِ الشَّمْعُ وَلَا الزَّيْتُ وَلَا غَيْرُ ذَالِكَ فَاِنَّهٗ نَذَرُ مَعْصِيَةٍ لَا يَجُوْزُ الْوَفَآءُ بِهٖ بَلْ يَلْزَمُ الْكَفَّارَةُ مِثْلَ كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ ، وَلَا اَنْ يُوْقَفَ عَلَيْهَا شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ ،فَاِنَّ هٰذَا الْوَقْفَ لَا يَصِحُّ وَ لَايَحِلُّ إِثْبَاتُهٗ وَتَنْفِيْذُ هٗ وَقَالَ الْاِمَامُ اَبُوْبَكْرٍ الطَرْ طُوْشِيُّ: اُنْظُرُوْا...... رَحِمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالىٰ...... أَيْنَمَا وَجَدْتُّمْ شَجَرَةً يَقْصُدُهَا النَّاسُ وَ يُعَظِّمُوْنَهَا وَ يَرْجُوْنَ الْبَرْءَ وَالشِّفَآءَ مِنْ قِبَلِهَا وَيَضْرِبُوْنَ بِهَا الْمَسَامِيْرُ وَ الْخِرَقُ فَهِيَ ذَاتُ أَنْوَاطٍ فَاقْطَعُوْهَا»[1]

---

[1] مجالس الابرار ص ۲۰ مطبوعہ الریاض۔

’’قبروں کے لیے شمع، تیل و غیرہ نذر ماننا جائز نہیں، اس لیے کہ یہ معصیت و نافرمانی کی نذر ہے جو پوری کرنا جائز نہیں بلکہ اس پر قسم کے کفارے جیسا کفارہ لازم آئے گا اور ان قبروں پر اس جیسی اشیاء کا وقف کرنا بھی جائز نہیں، ایسا وقف یقیناً نا درست ہے، اس کا اثبات اور نفوذ حلال نہیں۔ امام ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’دیکھو (اللہ تمہارے اوپر رحم کرے) جہاں کہیں بھی تم ایسا درخت پاؤ جو لوگوں (کی حاجات) کا مقصود ہو اور وہ اس کی تعظیم کرتے ہوں اور اس سے تندرستی و شفاء کی امید رکھتے ہوں، ان میں کیل ٹھونکتے اور کپڑے لٹکاتے ہوں تو وہ ذات انواط ہے اسے کاٹ دو۔‘‘

لہٰذا ایسے مقامات جہاں پر درختوں کی پوجا پاٹ ہوتی ہے انہیں ختم کر دینا چاہیے تا کہ شرک کا خاتمہ ہو اور ایسے قبے اور پختہ مزارات کو گرانا واجب ہے۔ اس کی بحث آخر میں ملاحظہ ہو۔

۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَضْطَرِبَ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلٰی ذِی الْخَلَصَةِ وَذُوالْخَلَصَةِ : طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِیْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا فِی الْجَاهِلِيَّةِ))[1]

’’اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ دوس قبیلے کی عورتوں کے سرین ذی الخلصہ پر حرکت کریں گے، ذوالخلصہ دوس قبیلے کا بت تھا جس کی وہ جاہلیت میں عبادت کرتے تھے۔‘‘

سرین ہلنے کا مطلب یہ ہے کہ اس بت کا طواف اور اس کی بندگی کریں گی، معلوم ہوا کہ

[1] بخاری، کتاب الفتن، باب تَغَيُّرِ الزمان حتیٰ تعبد الاوثان: ۷۱۱۶۔ کتاب السنة لابن ابی عاصم: (۷۷، ۷۸) ۳۸/۱۔ مسند احمد: ۲۷۱/۲۔ مسلم، کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعة حتی تعبد دوس ذا الخلصة: ۲۹۰۶۔

بت پرستی امت مسلمہ میں قیامت سے پہلے داخل ہو جائے گی اور بت پرستی کو تو ادنیٰ سا مسلمان بھی شرک سمجھتا ہے، لہٰذا امت مسلمہ میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے اور ہیں جو اس شرک میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مشرک ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس بیماری میں عورتیں زیادہ حصہ لیتی ہیں اور قبروں پر سجدہ ریز ہونے کے ساتھ نذریں، نیازیں اور چڑھاوے چڑھاتی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ دور حاضر میں کتنے ہی ایسے آستانے اور استھان ہیں کہ لوگ ان کے گرد چکر کاٹتے اور طواف کرتے ہیں اور اسے عبادت سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ عوام الناس میں سے ایک شاعر کہتا ہے ؎

د دوستی رب دی لوڑ ناہیں
قلعے والے دا پلڑا چھوڑ ناہیں
قلعے والے دے گرد طواف کر لے
مکے جاونے دی کوئی لوڑ ناہیں
ایہہ قصور نگاہ دا نادانوں
رب ہور ناہیں پیر ہور ناہیں
فضل رب دا جے مطلوب ہووے
قلعے والے ولوں مکھ موڑ ناہیں

(سی حرفی رمُوزِ معرفت ص:۳)

اسی طرح ص:۱۶ میں لکھا ہے:

تو ہیں نور خدا قلعے والیا
نائب مصطفیٰ قلعے والیا
سانوں کعبے دے جانے دی لوڑ نئیں
کعبہ روضہ تیرا قلعے والیا

یعنی یہ نادان شاعر اپنے پیر غلام مرتضیٰ قلعہ شریف ضلع شیخوپورہ والے کی مدح میں کہتا ہے کہ یہ خدا کا نور ہے اور نبی ﷺ کا نائب ہے بلکہ رب اور پیر ایک ہی ہیں، اس لیے ہمیں کعبے جا کر طواف و زیارت کی ضرورت نہیں کیونکہ پیر کا آستانہ و روضہ بذات خود کعبہ ہے۔ العیاذ باللہ! اس لیے ہم یہاں ہی طواف کریں گے۔

اسی طرح خواجہ غلام فرید چشتی چاچڑاں شریف والے کے دیوان ص: ۲۰۷ میں لکھا ہے۔

چاچڑ وانگ مدینہ جاتم تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
رنگ بنا بے رنگی آیا کیتم روپ تجلی
ظاہر دے وچ مرشد ہادی باطن دے وچ اللہ
نازک مکھڑا پیر فریدا سانوں ڈسدا ہے وجہ اللہ

(حج فقیر برآستانہ پیرص:۴۵)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ عصر حاضر کے کلمہ گو بھی بالکل اسی طرح قبروں کے گرد طواف و چکر کاٹتے ہیں جس طرح زمانۂ جاہلیت کے لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق لوگوں نے بت پرستی شروع کر دی ہے اور عورتیں اس فاسد عقیدے پر بالخصوص عمل پیرا ہیں۔

۳۔ « عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى تُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى »[1]

”عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ اتنی دیر تک رات اور دن ختم نہیں ہوں گے یہاں تک کہ لات اور عزیٰ کی پرستش کی جائے گی۔“

---

[1] مسلم کتاب الفتن: ۲۰۹۷۔

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت سے قبل پھر لات وعزیٰ کی عبادت ہونے لگے گی، لوگ اسلام کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر لات وعزیٰ کی عبادت کرنے لگ جائیں گے اور لات وعزیٰ کی عبادت صریح شرک ہے۔

۴۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَتَانِی جِبْرِیل عَلَیْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِیْ اَنَّهٗ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَ اِنْ زَنٰی وَ اِنْ سَرَقَ؟ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ))[1]

''میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے، انہوں نے مجھے اس بات کی بشارت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے جو آدمی اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا تھا وہ جنت میں داخل ہوا۔ میں نے کہا اگر اس نے زنا اور چوری بھی کی ہو تب بھی جنت میں داخل ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اس نے زنا اور چوری بھی کی ہو۔''

یعنی وہ اپنے گناہ کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو جائے گا لیکن اس امت سے شرک کرنے والا ہمیشہ کے لیے جہنم میں جلتا رہے گا، اس بات کی وضاحت مسلم شریف کے باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار سے بھی ہو جاتی ہے۔

۵۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِیٍّ دَعْوَتَهٗ وَاِنِّیْ اِخْتَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَایُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْـئًا))[2]

---

① صحیح مسلم، کتاب الایمان: ۱۵۳۔

② مسلم، الإیمان: ۳۳۸۔ شرح السنة، کتاب الدعوات: (۱۲۳۷)۵/۶۔ مسندابی عوانه: ۹۰۔

''ہر نبی کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے، ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی اور میں نے اپنی دعا اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت والے دن کے لیے چھپا رکھی ہے اور میری دعا ان شاءاللہ میری امت میں سے ہر اس آدمی کو پہنچے گی جو اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔''

٦۔ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْ مُشْرِكٍ، أَشْرَكَ بَعْدَ مَا أَسْلَمَ عَمَلًا حَتّٰى يُفَارِقَ الْمُشْرِكِيْنَ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ))[①]

''اللہ تعالیٰ کسی ایسے مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا جس نے اسلام لانے کے بعد شرک کیا حتیٰ کہ مشرکین کو چھوڑ کر مسلمانوں میں آ جائے۔''

٧۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَـٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ (الأنعام:٨٢)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کا لبادہ نہیں پہنایا، انہیں لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔''

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہم میں سے کس نے ظلم نہیں کیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس ظلم کی توضیح کرتے ہوئے یہ آیت نازل کر دی:

﴿إِنَّ ٱلشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝١٣﴾ (لقمان:١٣)

''بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔''[②]

معلوم ہوا کہ ایمان لانے کے بعد بھی آدمی شرک کر سکتا ہے اور شرک کرنے کی وجہ سے

---

① ابن ماجه: كتاب الحدود، باب المرتد عن دينه :٢٥٣٦۔ مسند أحمد:٤٤٦/٤۔

② بخاری، كتاب الإيمان، باب ظلم دون ظلم :٣٢۔

اسے مشرک کہا جاتا ہے۔

اشکال نمبر۔۱ :

بعض افراد نے ناسمجھی کی بنا پر یہ لکھ دیا کہ:

''حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے رگ و ریشہ میں توحید اس درجہ سرایت کر چکی ہے کہ مجھے ان کے دوبارہ شرک کی طرف لوٹ جانے کا مطلق اندیشہ نہیں۔''

فرقہ پرستی ص۲۷ نیز کچھ اور ایسے ہی لوگ بخاری میں مروی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کا یہ حصہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا))①

''اللہ کی قسم! میں تمہارے متعلق اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے پر دنیا میں رغبت کرو گے۔''

پیش کر کے کہتے ہیں کہ امت مسلمہ کبھی شرک نہیں کر سکتی۔ اسی طرح شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَخْوَفُ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِي الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ اَمَّا اِنِّيْ لَسْتُ اَقُوْلُ يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا وَثْنًا وَلٰكِنْ اَعْمَالًا لِغَيْرِاللّٰهِ وَشَهْوَةً خَفِيَّةً))②

''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اشراک باللہ کا خوف ہے بہر کیف میں یہ تو

---

① کتاب الجنائز: ۱۳٤٤۔

② ابن ماجه كتاب الزهد الرياء والسمعه: ٤٢٠٥ ۔ مسند احمد ١٢٤/٤۔

نہیں کہتا کہ وہ سورج، چاند اور بتوں کی عبادت کریں گے بلکہ وہ غیر اللہ کی خاطر اعمال کریں گے اور محض خواہشات کے پیرو ہوں گے، یعنی خالص اللہ کے لیے عمل نہیں کریں گے بلکہ دکھاوا کریں گے۔''

ازالہ:

اولاً: ان ہر دو احادیث کا مطلب یہ ہے کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر مشرک نہیں ہو گی بلکہ بعض افراد امت مسلمہ سے ایسے ہوں گے جو شرک کے مرتکب ہوں گے اور بعض قبائل بت پوجنا شروع کر دیں گے جیسا کہ اوپر ابوداؤد، مسند احمد اور ابن ماجہ کے حوالے سے حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ سے مستفاد ہوتا ہے۔

۱۔ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

﴿ قَوْلُهٗ(مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا) أَيْ عَلىٰ مَجْمُوعِكُمْ لِاَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ أَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالىٰ ﴾[1]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان (مجھے تمہارے متعلق شرک کا ڈر نہیں) کا مطلب یہ ہے کہ تم مجموعی طور پر شرک نہیں کرو گے اس لیے کہ امت مسلمہ میں سے بعض افراد کی جانب سے شرک کا وقوع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔''

۲۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

﴿ مَعْنَاهُ عَلىٰ مَجْمُوعِكُمْ لِاَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالىٰ ﴾[2]

۳۔ علامہ ابو العباس احمد بن محمد القسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ أَيْ مَا أَخَافُ عَلىٰ جَمِيعِكُمُ الْاِشْرَاكَ بَلْ عَلىٰ مَجْمُوعِكُمْ لِاَنَّ

---

① فتح الباری: ۲۱۱/۳۔

② عمدۃ القاری، شرح صحیح بخاری: ۱۵۷/۸۔

ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ ﴾ ①

''ان ہر دو عبارات کا مفہوم بھی وہی ہے جو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ کی عبارت کا ہے۔''

ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی تشریح سے معلوم ہوا کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر مشرک نہیں ہوگی البتہ بعض افراد و قبائل شرک کریں گے جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ اہل قبور سے استغاثہ، فریاد رسی، نذر و نیاز وغیرہ کے شرک میں مبتلا ہیں۔

ثانیاً: ان احادیث کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرک نہیں کریں گے کیونکہ اس بات کے اولین مخاطب وہی تھے۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

﴿ وَأَنَّ اَصْحَابَهٗ لَايُشْرِكُوْنَ بَعْدَهٗ فَكَانَ كَذٰلِكَ ﴾ ②

''یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم شرک نہیں کریں گے، پس اس طرح ہی ہوا یعنی کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے شرک نہیں کیا۔''

اشکال نمبر:۲

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کے اندر شرک کی مذمت بہت زیادہ کی ہے لیکن مدینہ طیبہ آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پالیسی تبدیل ہوگئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ جنگوں کی طرف ہوگیا اور مشرکین اور شرک کی مذمت زیادہ نہیں کی، اس لیے دور حاضر کے کلمہ گو کے بارے میں ہمیں زیادہ سختی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

ازالہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں عقیدۂ توحید کے بارے میں کبھی نرم پہلو اختیار نہیں کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری قوت اور زور سے اللہ وحدہ لا شریک لہ کی توحید کا اثبات اور

① ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ۲/۴۴۰۔

② فتح الباری: ۶/۶۱۴۔

شرک کی نفی کرتے رہے۔ مدنی دور میں آپ ﷺ کا مشرکین کے خلاف تلوار اٹھانا اس بات کی زندہ دلیل ہے کہ مکے کی نسبت یہاں آپ ﷺ نے شرک کی عملاً زیادہ مذمت کی ہے۔

اور پیچھے ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ کی حدیث مفصل گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے غزوۂ حنین کو جاتے ہوئے جب صحابہ رضی اللہ عنہم کی بات سنی کہ انہوں نے کہا ہمارے لیے بھی ان کے ذات انواط کی طرح کوئی ذات انواط بنا دیں تو آپ ﷺ نے ان کی اس بات کا بہت برا منایا اور فرمایا: ''اللہ اکبر! تم تو بنی اسرائیل کی طرح باتیں کر رہے ہو جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی ان کے معبودوں کی طرح معبود بنادو۔'' گویا غزوۂ حنین کو جاتے ہوئے بھی آپ ﷺ نے عقیدہ توحید میں نرمی نہیں کی کیونکہ اسلامی جہاد کی بنیاد ہی صحیح عقیدۂ توحید پر ہے۔ آپ ﷺ نے فوراً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عقیدۂ توحید سمجھایا اور ان کی غلطی کا ازالہ فرمایا۔ اسی طرح آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کہ:

((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ یُقِیْمُوْا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ))[1]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑائی کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب انہوں نے یہ امور سرانجام دے دیے تو انہوں نے مجھ سے اپنا خون اور اموال محفوظ کر لیے اسلام کے حق کے علاوہ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔''

ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کو قتال کا حکم مدینے میں ہی ملا ہے اس حکم کی تبیین میں آپ ﷺ

---

[1] بخاری: ۲۵۔ مسلم: ۳۶۔۲۲۔ بحواله مشکوٰة: ۱۲۔

نے سر دست عقیدۂ توحید ذکر فرمایا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی شہادت دے دیتا ہے اور اس کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی اور اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کر لیتا ہے تو اس کے ساتھ قتال نہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے عقیدۂ توحید کے بارے میں مدنی دور میں بھی پالیسی نرم نہیں کی بلکہ اول نمبر پر عقیدۂ توحید ہی کو رکھا ہے۔ اسی طرح مدنی سورتوں کے اندر بھی بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے شرک اور مشرکین کی مذمت اسی طرح کی ہے جس طرح مکی سورتوں میں شرک اور اہل شرک کی تردید کی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ذی الخلصہ اور لات، منات، عزیٰ اور طائف وغیرہ کے بتوں کو مدینہ میں ہی آ کر فوجی دستی بھیج کر منہدم کروایا تھا۔ یہ بات کہنا کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں آ کر شرک کے بارے میں نرم رویہ اختیار کر لیا تھا آپ ﷺ پر بہت بڑا بہتان ہے۔

اشکال نمبر: ۳

جس نے ایک بار زبان سے کلمہ پڑھ لیا تو اسے بالآخر جنت میں بھیج ہی دیا جائے گا لہٰذا کلمہ گو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہے گا۔

ازالہ:

یہ بات مطلق نہیں ہے کہ کلمہ گو ایک دن ضرور جنت میں پہنچ جائے گا بلکہ یہ احادیث ان لوگوں کے بارے میں ہیں جنہوں نے زبان سے کلمہ پڑھ کر اس کے تقاضے پورے کیے اور کلمہ کا صحیح حق ادا کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختہ یقین اور شرک کی مکمل نفی کی لیکن جس نے کلمہ پڑھ کر بھی شرک کیا تو اس پر جنت حرام ہے جیسا کہ پیچھے اس بات کا مفصل ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس مفہوم کی احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ ﴾[1]

''جس نے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی خلوص دل سے دی وہ جنت میں داخل ہو گیا۔''

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے:

﴿ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَشْهَد اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَادِقًا مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ ﴾[2]

''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ سچے دل سے گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں وہ جنت میں داخل ہو گیا۔''

اور تیسری روایت میں ہے کہ:

﴿ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ ﴾[3]

''جو آدمی اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔''

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور واضح ہو گئی کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ خلوص دل سے پڑھا اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا یعنی اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا پھر اسے موت آ گئی تو وہ آدمی جنت میں داخل ہو گا نہ کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر شرک کرنے والا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق تب ہی ادا ہوتا ہے جب بندہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے، صرف اس اکیلے کی عبادت کرے۔ جیسا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری حدیث میں یہ بات کھول کر بیان کر دی گئی ہے۔ معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں

---

① مسلم کتاب الإیمان باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا(٢٦_٤٣)_ صحیح ابنِ حبان (٢٠١) ٣٦٨/١_مسند احمد: ٦٥/١

② ابنِ حبان: ٣٦٦/١_

③ صحیح ابنِ حبان (٢٠٤)، ٣٧٠/١_ مسند احمد: ٦٣/١، مستد رك حاكم: ٧٢/١، حلیةالأولیاء: ٦٩٦/٢_ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ھے _

نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَامُعَاذُ! أَتَدْرِىْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ؟ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ: يَعْبُدُوْهُ وَلَايُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا أَتَدْرِىْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ قَالَ: قُلْتُ: اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ: يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ))①

''اے معاذ! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے، جب بندے یہ کام کریں؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے، ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ انہیں جنت میں داخل کر دے۔''

معاذ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث نے فیصلہ کر دیا کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر اللہ کی بندگی کرنے والے اور اس کے ساتھ شرک نہ کرنے والے جنت میں داخل ہوں گے اور جو لوگ شرک کریں گے خواہ وہ کلمۂ شہادت بھی پڑھتے ہوں ان پر جنت حرام ہے۔

۲۔ ((عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ))②

'' عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اس حال میں مر گیا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کو جانتا تھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔''

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ اس کا معنی و مفہوم جاننا بھی ضروری ہے اور معنی و مفہوم میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اقرار اور غیر اللہ کی

① مسند احمد : ٢٣٤/٥۔ مسلم كتاب الإيما ن : ٣٠١۔

② مسلم كتاب الإيمان باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا(٢٦۔٤٣)۔ صحيح ابنِ حبان (٢٠١) ٣٦٨/١۔مسند احمد: ٦٥/١۔

عبادت کا انکار شامل ہے یعنی توحید پر ایمان اور شرک کی نفی ضروری ہے۔ صحیح مسلم کی تبویب سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص توحید پر فوت ہوا وہی جنت میں داخل ہوگا۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث پر یوں باب منعقد کیا ہے:

((ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْجَنَّةَ اِنَّمَا تَجِبُ لِمَنْ شَهِدَ لِلّٰهِ جَلَّ وَعَلَا بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَنْ يَقِيْنٍ مِنْ قَلْبِهٖ لَا أَنَّ الْاِقْرَارَ بِالشَّهَادَةِ يُوْجِبُ الْجَنَّةَ لِلْمُقِرِّبِهَا دُوْنَ أَنْ يُّقِرَّبَهَا بِالْاِخْلَاصِ)) [1]

''یعنی اس بات کا بیان کہ جنت صرف اس آدمی کے لیے واجب ہوگی جس نے اللہ جل وعلا کی وحدانیت کی گواہی دل کے یقین کے ساتھ دی اور اخلاص کے بغیر شہادت کا اقرار کرنے والے کے لیے جنت واجب نہیں۔''

معلوم ہوا کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے ساتھ اس کا معنی ومفہوم جاننا اور خلوص دل کے ساتھ اس کا اقرار کرتا ہوگا تو پھر جنت کا حق دار بنے گا۔

۳۔ ((عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِنْ قَلْبِهٖ فَيَمُوْتُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) [2]

''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جو آدمی اس کو دل کی سچائی کے ساتھ کہتا ہے پھر اس پر اس کو موت آجاتی ہے اس پر اللہ نے آگ حرام کر دی ہے اور وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔''

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ لا الٰہ الا اللہ کو دل کی سچائی کے ساتھ کہنے والا آدمی ہی جنت کا حقدار ہے۔

---

① ابن حبان:۱/۳٦٦۔

② صحیح ابن حبان (۲۰٤)،۱/۳۷۰۔ مسند احمد: ۱/٦۳،مستدرك حاكم :۱/۷۲، حلیۃالأولیاء: ۲/٦۹٦۔ امام حاکمؒ اور امام ذہبیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۴۔ ((عَنْ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ ،وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَأَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ أَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِنْهُ ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَاكَانَ مِنَ الْعَمَلِ))①

''عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس بات کی شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف القا کیا اور اس کی جانب سے روح ہیں اور جنت حق ہے اور آگ حق ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، اس کے اعمال جیسے بھی ہوئے۔''

ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ صریحہ سے واضح ہو گیا کہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت اسے جانتے اور سمجھتے ہوئے خلوص دل (With heart and soul) کے ساتھ دینے والا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنے والا آدمی جنت میں داخل ہوگا اور یہ بھی یاد رہے کہ اسلام کے جتنے بھی احکام ہیں تقریباً ان تمام کی شروط ہیں جن میں سے ایک شرط بھی رہ جائے تو اس عمل کا اعتبار نہیں ہوتا مثلاً نماز کے لیے وضو شرط ہے اگر وضو نہ کیا جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح کلمۂ شہادت کی کچھ شروط ہیں اگر وہ مفقود ہوں تو کلمے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اہل علم نے

① بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء :۲۴۳۵۔صحیح ابن حبان:(۲۰۷)۳۷۳/۱۔ مسلم کتاب الإیمان : ۲۸۔

لا الٰہ الا اللہ کی سات شروط ذکر کی ہیں:

۱۔ انسان اس کا معنی ومفہوم جانے تا کہ پتہ چلے کہ اس سے کن باتوں کی نفی اور کن باتوں کا اثبات ہوتا ہے یعنی اسے معلوم ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

۲۔ اس کلمہ پر ایسا یقین ہو کہ کسی قسم کا شک باقی نہ رہے۔

۳۔ ایسا اخلاص ہو کہ جو شرک کے منافی ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا صدق اور سچائی ہو جو منافقت کے منافی ہو۔

۵۔ خلوص دل کے ساتھ اللہ بادشاہ، نعمتیں اور فضل عطا کرنے والے کی توحید کے ساتھ محبت ہو جو اسلام کے کسی بھی رکن کے ساتھ بغض کے منافی ہو۔

۶۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو انکار اور تردد کے بغیر قبول کرنا۔

۷۔ اس کلمہ کے آگے سر تسلیم خم کر دینا اور اس کے تقاضوں کو رضا مندی کے ساتھ قبول کرنا ہے۔[۱]

ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ کلمۂ شہادت کو پڑھ کر اس کا معنی ومفہوم جانے، اس کلمے پر یقین کامل رکھے، ایسی اخلاص نیت ہو جو شرک کے بالکل خلاف ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچائی اور وفاداری کرے، منافقت سے کام نہ لے، اللہ کی توحید سے ایسی محبت ہو کہ اسلام کے کسی بھی رکن سے بغض وعناد باقی نہ رہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو بغیر کسی حیلے اور حجت کے تسلیم کرے، اس کلمے کے تمام تقاضوں کو پورا کرے۔ اگر ان شروط میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو کلمہ معتبر شمار نہیں ہوتا۔ شیخ عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ کلمۂ شہادت کی شرح میں فرماتے ہیں:

''علم یقین اور صدق پر مبنی شہادت ہی قابل قبول ہوتی ہے اور وہ شہادت جو

---

[۱] ملاحظہ ہو: اصول الدین الاسلامی: ۴۵ مطبوعہ مدینہ یونیورسٹی، سعودی عرب۔

جہالت، لاعلمی اور شک پر مبنی ہو وہ نہ تو معتبر ہوتی ہے اور نہ فائدہ مند پس جس شہادت کی بنیاد جہالت، لاعلمی اور شک پر ہو تو ایسا شخص اپنی شہادت میں جھوٹا سمجھا جائے گا۔''

کلمہ طیبہ لاالٰہ الااللہ نفی اور اثبات دونوں کو متضمن ہے۔ جملہ ''الااللہ'' اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے الوہیت کی نفی کرتا ہے اور ''الا اللہ'' اللہ تعالیٰ کے لیے الوہیت کو ثابت کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (آل عمران:۱۸)

''اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ: ''اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس بات پر گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی الٰہ اور مشکل کشا نہیں ہے۔''

کلمہ طیبہ کی حقیقت سے بےخبری اور اس کے صحیح معنی سے جہالت کی وجہ سے اکثر لوگ گمراہ ہوئے کیونکہ انہوں نے الوہیت سے جس چیز کی نفی ہوتی تھی اسے ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کی نیز صفت الوہیت کو ان افراد میں ثابت کرنے کی کوشش کی جن سے اس صفت کی نفی کی گئی ہے۔ جیسے اصحاب القبور، طاغوت، شجر وحجر اور جنات وغیرہ۔

اور اس شرک کو دین اور توحید کو بدعت سمجھ لیا گیا اور طرفہ یہ کہ جو شخص توحید کی دعوت دے اس کی مخالفت ہوتی ہے، افسوس! کہ ان لوگوں نے کلمہ طیبہ کے مفہوم کو اتنا بھی نہ سمجھا جتنا کہ کفار مکہ نے سمجھا تھا، انہوں نے اس کلمہ کو سمجھا، پھر انکار کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ (الصافات:۳۵،۳۶)

''یہ وہ لوگ تھے جب ان سے لاالٰہ الااللہ کہا جاتا تو یہ گھمنڈ میں آجاتے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک شاعر، مجنون کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔''

مشرکین مکہ اور آج کے مشرک میں یہ قدر مشترک ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن فوت شدہ صالح اور اہل قبور اور طاغوت وغیرہ کی عبادت کرتے ہیں، جب انہیں اس سے روکا جاتا ہے تو دعوت توحید دینے والوں کی مخالفت پر اتر آتے ہیں۔ مشرکین مکہ نے کلمہ طیبہ کے معنیٰ کو سمجھ کر انکار کیا اور آج کا مشرک کلمہ طیبہ کے مفہوم کو بھی نہ سمجھا اور انکار بھی کیا۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ یہ لوگ لاالٰہ الااللہ کا وظیفہ بھی کر رہے ہیں اور غیر اللہ کو بھی پکار رہے ہیں......

الوزیر ابوالمظفر رحمہ اللہ اپنی کتاب الإفصاح میں لکھتے ہیں:

''لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنے والے کو لازم ہے کہ وہ اس کے مطلب کا اچھی طرح سمجھتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ (محمد: ۱۹)

''اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔''

لفظ اللہ کا الٰہ کے بعد بحالت رفع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ الوہیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، اللہ کریم کے سوا کوئی بھی اس کا اہل نہیں۔ امام بقاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لا الٰہ الا اللہ اس بات کی بہت بڑی نفی ہے کہ اللہ عظیم کے سوا کوئی اور معبود ہو، یہ ایسا کلمہ ہے جس کو ٹھیک ٹھیک جان لینے سے قیامت کی سختیوں سے نجات مل سکتی ہے، اس کلمہ کی معرفت اسی وقت حاصل ہوگی جب کہ اس سے فائدہ پہنچے اور فائدہ اسی وقت پہنچے گا جب کہ انسان اذعان وعمل سے اس کے تقاضوں کو پورا کرے ورنہ جہالت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔''[1]

مذکورہ بالا توضیح سے معلوم ہوا کہ خالی لا الٰہ الا اللہ پڑھ لینے سے جہالت کے سوا کچھ

---

[1] قرة عيون الموحدين: ۱/ ۵٦ـ۵۸ باب فضل التوحيد وما يكفر من الذنوب ـ

حاصل نہیں۔ اس کلمے سے تبھی فائدہ ہوگا جب اس کے معنی ومفہوم کو سمجھا جائے اور اس کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ اگر آدمی کلمہ پڑھ کر شرک کرے تو اس کلمہ کا فائدہ نہ ہوگا وہ ابدی جہنمی ہوگا۔

کتاب التوحید کی شرح هداية المستفيد میں ہے:

''کلمہ طیبہ کا ایسا اقرار کہ جس سے نہ تو اس کے مفہوم ومعانی کا علم ہو نہ یقین ہو، نہ اس کے تقاضوں کے مطابق عمل ہو، نہ شرک سے بیزاری ہو، نہ قول وعمل میں اخلاص ہو، نہ دل اور زبان میں ہم آہنگی ہو اور نہ دل اور اعضاء کے کردار میں یگانگت ہو تو ایسی شہادت بالا جماع غیر نافع اور غیر مفید ہے۔''

علامہ قرطبی رحمہ اللہ صحیح مسلم کے حاشیہ المُفهم میں باب باندھتے ہیں کہ:

((لَایَکْفِی مُجَرَّدُ التَّلَفُّظِ بِالشَّهَادَتَیْنِ بَلْ لَّا بُدَّ مِنْ اِسْتِیْقَانِ الْقَلْبِ))[1]

''یعنی صرف دونوں شہادتوں کو زبان سے ادا کرنا کافی نہیں بلکہ دل سے یقین کرنا ضروری ہے۔''

ایک اور مقام پر مرقوم ہے:

''پس حقیقت یہ ہے کہ جب تک لا الٰہ الا اللہ کے مدلول اور تقاضوں کو خواہ وہ نفی پر دال ہوں یا اثبات پر نہ سمجھا جائے اور اس پر اعتقاد نہ رکھا جائے اور ان کو قبول کر کے عملی جامہ نہ پہنایا جائے اس وقت تک اس کلمہ سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔''[2]

ایک اور مقام پر مرقوم ہے:

''عبادالقبور کی جہالت کس درجہ بڑھ گئی ہے اور وہ کس قدر شرک عظیم میں مبتلا ہیں کہ جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے بالکل منافی ہے۔ مشرکین عرب اور ان کی طرح کے

---

① هداية المستفيد: ١/١٩١، ١٩٢۔ ② هداية المستفيد: ١/١٩٨۔

دوسرے مشرک بھی لا الٰہ الا اللہ کا لفظاً ومعناً انکار کرتے تھے لیکن موجودہ مشرک لفظاً تو اس کا اقرار کرتے ہیں لیکن معناً اس کے منکر ہیں۔ اگر تم ان کی حالت پر غور کرو گے تو دیکھو گے کہ وہ غیر اللہ کی مختلف قسم کی عبادتیں کر رہے ہیں، مثلاً محبت، تعظیم، خوف، امید، توکل اور دعائیں وغیرہ عبادات میں وہ غیر اللہ کی طرف مائل ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کا شرک کئی اعتبار سے مشرکین عرب کے شرک سے کئی گنا زیادہ ہے۔'' ①

لہٰذا کلمہ طیبہ کا صرف زبان سے اقرار ہی کافی نہیں بلکہ اس پر مکمل یقین اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی ضروری ہے، وگرنہ بے سود۔

اشکال نمبر:۴

موجودہ دور کے اکثر لوگ لاعلم اور جاہل ہیں اور قبروں پر سجدہ ریزی اور نذر و نیاز جہالت کی بنا پر کرتے ہیں لہٰذا انہیں مشرک نہیں کہنا چاہیے، وہ جہالت کی بنا پر معذور ہیں۔

ازالہ:

جہالت کی بنا پر معذوری کے متعلق شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ اور ان کی ''لجنة'' کے دیگر اراکین کا مفصل فتویٰ طبع ہوا ہے وہ ملاحظہ کریں:

قبر پرستوں کے بارے میں شرعی حکم

س: ہمارے ہاں قبر پرستی عام ہے، اس کے ساتھ ساتھ بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو قبر پرستوں کا دفاع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں اور جہالت کی وجہ سے معذور ہیں، لہٰذا انہیں اپنی بیٹیوں کا رشتہ دینے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج

---

① هداية المستفيد ١/ ٢٠٠۔

نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ حضرات ان کے کفر کے قائلین کو بدعتی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان سے بدعتیوں والا سلوک کیا جانا چاہیے بلکہ وہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ آپ بھی قبر پرستوں کو ان کی جہالت کی وجہ سے معذور سمجھتے ہیں کیونکہ جناب نے غباشی نامی ایک شخص کے تحریر کردہ ایک پمفلٹ کی تائید کی ہے جس میں اس نے قبر پرستوں کو معذور کہا ہے، لہٰذا جناب والا سے درخواست ہے کہ اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ کن معاملات میں جہالت اور لاعلمی کو عذر قرار دیا جاسکتا ہے اور کن امور میں نہیں؟ مزید برآں اس موضوع پر کچھ اہم کتابوں کی طرف رہنمائی فرمائیں، جن کی طرف اس مسئلہ میں رجوع کیا جا سکے، جناب کی بہت نوازش ہوگی۔

ج : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَعْدُ!

کسی شخص کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ دینی مسائل میں بے علمی کی بنا پر اسے معذور قرار دیا جائے یا نہیں اس کا دارومدار اس بات پر بھی ہے کہ اسے یہ مسئلہ کماحقہ پہنچایا جا چکا ہے یا نہیں؟ اور اس بات پر بھی کہ مسئلہ کس حد تک واضح ہے اور کس حد تک اس میں غموض اور اخفاء پایا جاتا ہے اور اس بات پر بھی کہ کسی شخص میں اس مسئلہ کو سمجھنے کی استعداد کس قدر ہے؟ اس لیے جو شخص کسی تکلیف یا مصیبت کو دور کرنے کے لیے قبروں میں مدفون افراد سے فریاد کرتا ہے، اسے وضاحت سے بتایا جانا چاہیے کہ یہ شرک ہے اور اس پر اس حد تک اتمام حجت ہونا چاہیے کہ تبلیغ کا فرض ادا ہو جائے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ شخص قبر پرستی پر اصرار کرے تو وہ مشرک ہے، اس سے دنیا میں غیر مسلموں والا سلوک کیا جائے اور اگر اسی عقیدہ پر مر جائے تو آخرت میں سخت عذاب کا مستحق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (النساء:١٦٥)

''(ہم نے) خوشخبری دینے اور تنبیہ کرنے کے لیے رسول (بھیجے) تا کہ رسولوں (کے آنے) کے بعد لوگوں کے پاس (حق کو قبول نہ کرنے کی) کوئی حجت باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔''

مزید فرمایا:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ (الإسراء: ١٥)

''اور ہم عذاب نہیں کرتے حتیٰ کہ رسول بھیج دیں۔''

اور فرمایا:

وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ﴿١٩﴾ (الأنعام: ١٩)

'' (اے نبی! آپ ﷺ فرما دیں) میری طرف یہ قرآن وحی کے ذریعے بھیجا گیا ہے تا کہ اس کے ساتھ میں تم کو بھی (اللہ کے عذاب سے) ڈراؤں اور (ان کو بھی) جن تک یہ (پیغام) پہنچے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لَایَسْمَعُ بِهِ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ یَهُودِیٌّ وَلَانَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِی أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا کَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ))[1]

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اس امت میں سے جو یہودی یا عیسائی میرے بارے میں سن لے (یعنی اسے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے) پھر وہ اس (دین) پر ایمان لائے بغیر مر جائے جو (دین) مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، وہ شخص (ضرور) جہنمی ہو

---

[1] صحیح مسلم حدیث: ١٥٣۔ مستدرك حاكم: ٣٤٢/٢۔ مسند احمد: ٣١٧، ٣٥٠/٤، ص ٣٩٦، ٣٩٨۔

گا۔''

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے، اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات اور احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤاخذہ تب ہی ہوسکتا ہے جب کسی کو وضاحت سے خبر دی جا چکی ہو اور اس پر حجت قائم ہو چکی ہو۔ جو شخص کسی ایسے ملک میں رہتا ہو جہاں وہ اسلام کی دعوت کے متعلق سنتا ہے، پھر وہ ایمان نہیں لاتا اور نہ اہل حق سے مل کر حق معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ اسے دعوت پہنچی ہو اور وہ پھر بھی کفر پر اڑا رہا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مذکورہ بالا حدیث اس مسئلہ کی تائید میں پیش کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ اس کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا وہ قصہ بھی دلیل بن سکتا ہے جب سامری نے انہیں گمراہ کر دیا تھا اور وہ بچھڑا پوجنے لگے تھے، حالانکہ موسیٰ علیہ السلام اللہ سے ہم کلام ہونے کے لیے جاتے وقت اپنے پیچھے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے تھے، جب ہارون علیہ السلام نے انہیں بچھڑے کی پوجا سے منع کیا تو انہوں نے کہا:

قَالُوا۟ لَن نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عَٰكِفِينَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ ﴿٩١﴾ (طٰہ: ۹۱)

''ہم تو اسی پر جمے بیٹھے رہیں گے حتیٰ کہ موسیٰ واپس ہمارے پاس آجائے۔''

انہوں نے شرک کی طرف بلانے والے کی بات مان لی اور توحید کی دعوت دینے والے کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شرک اور دھوکے کی بات مان لینے میں معذور قرار نہیں دیا کیونکہ توحید کی دعوت موجود تھی اور موسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر بھی کوئی طویل زمانہ نہیں گزرا تھا۔

قرآن مجید میں اللہ نے شیطان کے جہنمیوں سے جھگڑے اور شیطان کے ان سے اظہار براءت کا واقعہ بیان کیا ہے، اس سے بھی مذکورہ بالا موقف کی تائید ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم ۖ مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ ۗ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٢﴾ (ابراهيم: ٢٢)

''جب معاملے کا فیصلہ ہو جائے گا تو شیطان کہے گا ''بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا اور پھر وعدہ خلافی کی، میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا مگر میں نے تمہیں (گمراہی کی طرف) بلایا، تم نے میری بات مان لی تو (اب) مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ کو ملامت کرو، میں تمہیں مصیبت سے چھڑا سکتا ہوں نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو۔ اس سے پہلے (دنیا میں) تم جو مجھے (اللہ کا) شریک بناتے رہے ہو (کہ اللہ کے احکام کو چھوڑ کر میری باتیں مانتے رہے ہو) میں اس کا انکار کرتا ہوں، بے شک ظالموں ہی کے لیے اذیت ناک سزا ہے۔''

انہوں نے شیطان کے وعدے کو سچ مان لیا تھا، شیطان نے ان کے سامنے جھوٹ کو سچ کے رنگ میں پیش کیا اور شرک جیسے گھناؤنے جرم کو خوبصورت بنا کر پیش کیا اور وہ اس کے پیچھے لگ گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اس معاملے میں معذور قرار نہیں دیا کیونکہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر اس شخص کے لیے عظیم ثواب کا سچا وعدہ موجود تھا جو اس وعدے کی تصدیق کر کے اس کی شریعت قبول کر لے اور اس کے مطابق سیدھے راستے پر گامزن ہو جائے۔ جن علاقوں میں مسلمانوں کی کثیر تعداد موجود ہے، ان کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے رہنے والوں کو دو گروہ اپنی اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں، ایک گروہ طرح طرح کی شرکیہ اور غیر شرکیہ بدعات کی طرف بلا رہا ہے۔ وہ لوگوں کو دھوکا دینے اور اپنی بدعت کو عام کرنے کے لیے ضعیف حدیثوں اور عجیب وغریب

قصے کہانیوں کا سہارا لیتا ہے اور انہیں دلکش انداز سے بیان کر کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے، دوسرا گروہ حق اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے اور اس کے بارے میں کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے دلائل پیش کرتا ہے اور فریق مخالف کے دعووں کی غلطی اور فریب کو واضح کرتا ہے۔ اس فریق نے حق کو واضح کرنے اور خاص و عام تک پہنچانے میں جو کوششیں کی ہیں وہ قیام حجت کے لیے کافی ہیں، اگرچہ اس فریق کی افرادی تعداد کم ہی ہو، کیونکہ حق بیان کرنے میں دلیل کا اعتبار ہوتا ہے، کثرت تعداد کا نہیں جو شخص سمجھ بوجھ رکھتا ہے اور اس قسم کے علاقے میں رہائش پذیر ہے وہ اہل حق کی باتیں سن کر حق کو پہچان سکتا ہے بشرطیکہ وہ تلاش حق کی کوشش کرے، خواہشات نفسانی اور عصبیت سے بچ کر رہے، دولت مندوں کی دولت اور سرداروں کی سرداری دیکھ کر دھوکا نہ کھائے۔ اس کے غور وفکر کا معیار درست ہو، عقل وفہم سے دستبردار نہ ہو چکا ہو، یعنی ان لوگوں میں شامل نہ ہو جن کی کیفیت ان آیات مبارکہ میں بیان ہوئی ہے:

إِنَّ ٱللَّهَ لَعَنَ ٱلْكَٰفِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ﴿٦٤﴾ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا لَّا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِى ٱلنَّارِ يَقُولُونَ يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا ٱللَّهَ وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوا۟ رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ ءَاتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ ٱلْعَذَابِ وَٱلْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴿٦٨﴾ (الأحزاب: ٦٤-٦٨)

''اللہ نے کافروں کو یقیناً دھتکار دیا ہے اور ان کے لیے بھڑکتی آگ (جہنم) تیار کی ہے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، انہیں کوئی دوست ملے گا نہ مددگار۔ جس دن آگ میں ان کے چہرے ادھر ادھر (الٹ پلٹ) کیے جائیں گے، (اس دن) وہ کہیں گے: ''کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی!'' کہیں گے ''اے ہمارے مالک! ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی

اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں راہ راست سے بے راہ کر دیا، اے ہمارے رب!
انہیں دگنا عذاب دے اور انہیں بڑی لعنت کر۔''

البتہ جو شخص غیر اسلامی ملک میں رہتا ہے اور اس نے اسلام، قرآن اور نبی اکرم ﷺ کے متعلق کچھ نہیں سنا، تو اگر فرض کریں کہ ایسا کوئی شخص موجود ہے تو اس کا حکم اہل فترت کی طرح ہے (جو ایسے زمانے میں تھے کہ سابقہ نبی کی تعلیمات فراموش کی جا چکی تھیں اور نیا نبی ابھی مبعوث نہیں ہوا تھا) مسلمان علماء کا فرض ہے کہ اسے دین اسلام کے عقائد اور اعمال کی تعلیم دیں تا کہ اس پر حجت قائم ہو اور اس کا عذر ختم ہو جائے، قیامت کے دن ایسے شخص سے وہی معاملہ کیا جائے گا جو ان افراد سے کیا جائے گا جو دنیا میں جنون یا کم سنی وغیرہ کی وجہ سے مکلّف ہی نہیں تھے، باقی رہے وہ شرعی احکام جو عام لوگوں کے لیے واضح نہیں ہوتے مثلاً ان میں وجہ دلالت بہت خفی ہے یا دلائل بظاہر عام متعارض ہیں اور ترجیح میں علماء مختلف آراء رکھتے ہیں تو اس قسم کے مسائل میں اختلاف کرنے والے پر ایمان یا کفر کا حکم نہیں لگایا جاتا بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے صحیح کہا اور اس سے غلطی ہوئی۔ وہ عنداللہ معذور ہے اور اسے اجتہاد کا ثواب بہر حال ملے گا اور جس کا اجتہاد صحیح ہوا اسے دگنا ثواب ملے گا۔ اس قسم کے مسائل سمجھنے اور اس کا ترجمہ کرنے کی صلاحیت میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث کی نصوص سے واقف ہونے، صحیح اور ضعیف احادیث میں امتیاز اور ناسخ ومنسوخ کی پہچان وغیرہ میں بھی سب علماء برابر نہیں ہوتے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو اہل توحید قبر پرستوں کو کافر سمجھتے ہیں، ان کے لیے یہ درست نہیں کہ اپنے ان اہل توحید بھائیوں کو کافر کہیں جو قبر پرستوں کو کافر قرار دینے میں تامل کرتے ہیں۔ اصل میں ان کے سامنے یہ فتویٰ لگانے میں ایک شبہ ہے وہ یہ کہ ان قبر پرستوں کو کافر قرار دینے سے پہلے ان پر اتمام حجت کرنا ضروری ہے بخلاف غیر مسلموں کے مثلاً یہودی، عیسائی اور کمیونسٹ کے، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں اور جو انہیں کافر نہیں سمجھتا اس کا کفر بھی واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حالات درست فرمائے اور دین

کی سمجھ عطا فرمائے، ہمیں اور انہیں نفس اور گناہوں کی شامت سے محفوظ رکھے اور ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم بغیر علم کے اللہ یا رسول ﷺ کے متعلق کچھ نہ کہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس پر قادر ہے۔

«وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ» ①

اشکال نمبر: ۵

لفظ مشرک کی اصطلاح قرآن کریم میں ان لوگوں کے لیے استعمال ہوئی ہے جو اللہ وحدہ لاشریک کی توحید الوہیت کا انکار کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کی رسالت کے منکر ہیں، اسی طرح قیامت، قرآن مجید اور دیگر تمام احکامات شرعیہ کو تسلیم نہیں کرتے، البتہ جو شخص کلمۂ شہادت پڑھ کر شرکیہ عقائد میں مبتلا ہو اسے فاسق کہنا چاہیے نہ کہ مشرک۔

ازالہ:

یہ بات درست ہے کہ قرآن حکیم میں لفظ مشرک کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں کے لیے استعمال ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید الوہیت کا انکار کرتے ہیں، اسی طرح نبوت و رسالت، معاد اور دین کے احکام سے انحراف کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہ بات بھی واضح کی ہے کہ اگر مسلمان مشرک کی اطاعت کرے گا تو وہ بھی مشرک ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾ (الأنعام: ١٢١)

''اور اگر تم نے ان کی (یعنی مشرکین کی) اطاعت کی تو یقیناً تم بھی ضرور مشرک ہو گے۔''

قرآن حکیم کی اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مسلمان اگر مشرکین کی اطاعت کریں

① فتویٰ اللجنة الدائمة: رکن: عبداللّٰہ بن قعود، عبداللّٰہ بن غدیان، نائب صدر: عبدالرزاق عَفیفی صدر: عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ۔

گے تو مشرک کہلائیں گے، تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ لفظ ''کافر'' کی اصطلاح بھی قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کے لیے استعمال کی گی ہے جو اللہ اور اس کے رسول اور تمام دین اسلام کے منکر ہیں۔ لیکن اہل اسلام نے قادیانیوں کو بالا جماع کافر قرار دیا۔ حالانکہ قادیانی توحید وسنت کے بھی اقراری ہیں اور نماز، روزہ وغیرہ کے بھی عامل ہیں بلکہ وہ کلمہ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ بھی پڑھتے ہیں، ان کے لیے بھی کافر کی اصطلاح کی بجائے فاسق و فاجر کی اصطلاح مان لی جاتی لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ توحید و رسالت کے اقرار کے باوجود انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا ظلی و بروزی نبی مانا، اسی طرح اسے مسیح موعود اور مہدی کے لقب سے متصف کیا تو امت مسلمہ نے انہیں کافر قرار دیا ہے بلکہ لاہوری مرزائیوں کو بھی جو مرزے کو مجدد مانتے ہیں، کافر ہی قرار دیا اور ان کی فاسد تاویلوں کو پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں دی۔ جب ایسا شخص جو توحید و رسالت کے اقرار اور نماز، روزہ کے عمل کے باوجود کسی دوسرے کو مرتبۂ رسالت پر فائز کر دیتا ہے تو کافر قرار دیا جاتا ہے تو جو شخص انبیاء و اولیاء، ملائکہ، جنوں اور سورج و چاند وغیرہ کو رب العالمین کے مرتبہ پر فائز کر دیتا ہے اور تمام الٰہی اختیارات کو اللہ کی مخلوق میں عملاً مان رہا ہو تو اس کو مشرک کیوں نہ کہا جائے۔ واللہ اعلم![1]

اشکال نمبر:٦

جب فاسق و فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے تو کلمہ گو مشرک کے پیچھے نماز پڑھنا کیونکردرست نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری، کتاب الاذان میں ''باب إمامة المفتون و المبتدع'' قائم کر کے یہ بات سمجھادی ہے کہ بدعتی اور فتنے باز کے پیچھے بھی

① فرق صرف یہ ہے کہ مرزائیوں نے مرزا غلام احمد کو نبی کہہ دیا لیکن آج کل کے شرک کرنے والے لوگ اپنے معبود کو معبود کہنے کے لیے تیار نہیں، اگرچہ ان کے ساتھ جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ عبادت ہی کے ذیل میں آتا ہے۔ اگر وہ ان کو لفظ الٰہ سے تعبیر کریں تو پوری امت مسلمہ کے نزدیک وہ دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا۔

نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

ازالہ:

مشرک آدمی کا چونکہ عقیدہ صحیح نہیں اس لیے اس کی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ سب بے کار اور بے سود ہیں جیسا کہ ابتدائے کتاب میں مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ اس لیے اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا درست نہیں۔ فاسق و بدعمل شخص کے اعمال میں خرابی ہوتی ہے اس لیے اس کے پیچھے بوقت ضرورت نماز پڑھی جا سکتی ہے اور صحیح بخاری کی تبویب کا بھی یہی مقصود ہے اگر کسی کی بدعت اور بغاوت کفر و شرک کی حد تک پہنچ جائے تو اس کے امامت درست نہیں۔ ①

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب تعویذ کی شرعی حیثیت سمجھاتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''یہ بات تو ظاہر ہے کہ اگر تعویذ میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے مدد مانگی گئی ہو یا غیر کا نام یا ہندسے لکھ کر گلے میں ڈالے جائیں تو یہ صریح شرک ہے اور ایسا کرنے والا مشرک ہے، اسے امام بنانا جائز نہیں۔'' ②

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف:

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ سے ان کے بیٹے عبداللہ رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

« لَا يُصَلّٰى خَلْفَهُمْ مِثْلَ الْجَهْمِيَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ » ③

''جہمیہ اور معتزلہ جیسے بدعتیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔''

---

① شرح صحیح بخاری، مولانا داؤد رازمحدث دهلویؒ کتاب الصلوٰۃ :۲٦٦۔ مطبوعه اهلحدیث ٹرسٹ کراچی

② مجلة الدعوة ،اگست ۱۹۹۵ء ص:٤١۔

③ كتاب السنة لعبدالله بن احمد ابن حنبل :١٠٣/١۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱/۳۸۴ میں جہمیہ اور معتزلہ کے ساتھ قدریہ کے بارے میں بھی یہی حکم درج ہے۔

امام عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے باپ احمد ابن حنبل رحمہ اللہ سے خلق قرآن کے قائل کی امامت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

« لَا يُصَلّٰى خَلْفَهُ الْجُمُعَةَ وَلَا غَيْرَهَا اِلَّا إِنَّا لَا نَدَعُ إِتْيَانَهَا فَإِنْ صَلّٰى رَجُلٌ أَعَادَ الصَّلَاةَ »①

''ایسے شخص کے پیچھے جمعہ وغیرہ نہ پڑھا جائے مگر ہم جمعہ کے لیے آنا ترک نہیں کریں گے۔ اگر کسی نے ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھ لی تو وہ اپنی نماز دہرائے۔''

شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ اور ان کی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ:

شیخ رحمہ اللہ اور ان کی لجنۃ (فتویٰ کمیٹی) سے بریلوی جماعت کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دریافت کیا گیا جن کا عقیدہ یہ ذکر کیا گیا کہ:

۱۔ رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں۔
۲۔ آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔
۳۔ قبروں والوں سے حاجات روائی کی درخواست کرتے ہیں۔
۴۔ قبروں پر گنبد بناتے اور چراغ روشن کرتے ہیں۔
۵۔ یارسول اللہ ﷺ، یا محمد ﷺ کہتے ہیں۔
۶۔ رفع الیدین کرنے والے اور آمین بالجہر کرنے والے سے ناراض ہوتے اور اسے وہابی کہتے ہیں۔
۷۔ وضو اور اذان میں نام محمد ﷺ پر انگوٹھے چومتے ہیں وغیرہا، ایسے عقائد کے حامل کے پیچھے نماز کے متعلق شیخ ابن باز رحمہ اللہ اور ان کی کمیٹی کے دیگر علماء مثلاً شیخ عبدالرزاق

① كتاب السنة : ۱/۱۰۳۔

عفیفی، شیخ عبداللہ قعود فرماتے ہیں:

''جس شخص کے یہی حالات ہوں اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے اور اگر کوئی نمازی اس کی اس حالت سے واقف ہونے کے باوجود اس کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح نہیں کیونکہ سوال میں مذکورہ امور میں سے اکثر کفریہ اور بدعیہ ہیں جو اس توحید کے خلاف ہیں جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور جو اس نے اپنی کتابوں میں بیان فرمائی۔''[1]

لہٰذا کلمہ گو مشرک کو امام بنانا ناجائز اور اس کی امامت میں نماز ادا کرنا غیر درست ہے، اگر کوئی شخص پڑھ لے تو اس پر نماز لوٹانا ضروری ہے، واللہ اعلم!

---

[1] فتاویٰ دارالافتاء سعودی عرب: ۲/ ۲۵٦۔

کلمہ گو لوگوں کے نظریات کی جھلک

۱۔ ایک شخص نے اپنی کتاب "باغ فردوس معروف بہ گلزار رضوی" کے صفحہ ۲۵ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے ۔

پار بیڑے کو لگا دیتے ہیں غوث الاغواث
ڈوبی ناوؤں کو ترا دیتے ہیں غوث الاغواث
میرے سرکار کی مٹھی میں ہیں عالم کے قلوب
دم میں روتوں کو ہنسا دیتے ہیں غوث الاغواث
کچھ خبر تجھ کو ہے افسردگی نخل مراد
پھول مرجھائے کھلا دیتے ہیں غوث الاغواث
جس نے یا غوث مصیبت میں پکارا دل سے
کام سب اس کے بنا دیتے ہیں غوث الاغواث

پھر اس کے نیچے حاشیہ میں لکھا ہے:

"حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مدرسہ کے طلبہ کہتے ہیں کہ حضور ہمیں درس دے رہے تھے کہ یکا یک آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا، دست اقدس اپنی چادر میں پوشیدہ فرمالیا، تھوڑی دیر میں دست اقدس نکالا تو آستین سے پانی ٹپک رہا ہے اور ہاتھ تر ہے، ہم بوجہ جلال و ہیبت کے دریافت نہ کر سکے مگر وہ دن اور تاریخ اپنے پاس لکھ لی، دو ماہ بعد کچھ سوداگر حاضر ہوئے اور نذر وتحائف پیش کیے، حضور

نے ہمارے آگاہ ہونے کے لیے ان سے کیفیت پوچھی تو انہوں نے عرض کیا کہ یہاں سے دوماہ کے فاصلہ پر ہمارا جہاز ڈوبنے لگا تھا اور ہم نے یا شیخ عبدالقادر جیلانی المدد کا نعرہ لگایا۔اسی وقت دریا میں سے ایک ہاتھ برآمد ہوا جس نے ہمارے جہاز کو کنارے لگا دیا۔تاریخ و دن ملایا تو صحیح ومطابق پایا۔''①

۲۔ اسی کتاب کے ص۲۶ میں حاشیہ نمبر۳میں لکھا ہے:

''حضور فریادرس غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کوئی مصیبت میں مجھے پکارے، مجھ سے مدد چاہے، میں اس کی مصیبت کو اس سے دور فرما دوں اور جو کوئی میرے توسل سے اللہ تعالیٰ سے حاجت چاہے اس کی حاجت پوری ہو۔'' ②

۳۔ ایک عالم نے لکھا ہے:

''جب کبھی میں نے استعانت کی ، یاغوث! ہی کہا۔''③

۴۔ ''باغ فردوس معروف بہ گلزار رضوی'' کے ص۲۶ میں لکھا ہے ؎

لوح محفوظ میں تثبیت کا حق ہے حاصل
مرد عورت سے بنا دیتے ہیں غوث الاغواث

پھراس کے نیچے حاشیہ نمبر۵ کے تحت لکھا:

''شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ جو سلسلہ سہروردیہ کے امام ہیں،آپ کی والدہ ماجدہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اورعرض کرتی ہیں کہ حضور دعا فرمائیں میرے لڑکا پیدا ہو۔آپ نے لوح محفوظ میں دیکھا اس میں لڑکی مرقوم تھی۔آپ نے فرمادیا کہ تیری تقدیر میں لڑکی ہے۔ وہ بی بی یہ سن کر واپس ہوئیں، راستہ میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ملے، آپ کے استفسار پر انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔حضور نے ارشاد فرمایا'جا تیرے لڑکا ہوگا'' مگر وضع

① برکات قادریت : ص ۳۵۔ ② برکات قادریت : ص ۳۱۔
③ ملفوظات حصہ سوم : ص۳٤۱۔

حمل کے وقت لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ بی بی بارگاہ غوثیت میں اس مولود کو لے کر آئیں اور کہنے لگیں حضور لڑکا مانگوں اور لڑکی ملے؟ فرمایا ''یہاں تو لاؤ'' اور کپڑا ہٹا کر ارشاد فرمایا ''یہ دیکھو تو یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟'' دیکھا تو لڑکا اور وہ یہی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے حلیہ مبارک میں ہے کہ آپ کی پستان مثل عورتوں کے تھیں۔''

۵۔ اسی کتاب کے ص ۲۶ میں ہے ؎

بخدا ایسی حمایت تو نہ دیکھی نہ سنی
پاؤں پھسلے تو جما دیتے ہیں غوث الاغواث
آسرا توڑ نہ ایوب نہ لا دل پر ہراس
بخت خوابیدہ جگا دیتے ہیں غوث الاغواث

پھر ص ۲۸ پر حاشیہ نمبر ۸ میں تحریر کیا:

''حضور پیران پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور اس کا ستر کھل جائے تو میں وہیں سے ہاتھ بڑھا کر اس کا ستر ڈھانک دوں اور فرماتے ہیں قیامت تک جو کوئی ہمارے سلسلے میں داخل ہو اور اپنے آپ کو ہمارا مرید کہے، بے شک وہ ہمارے مریدوں میں داخل ہے، ہمیشہ ہم اس کے حامی و ناصر و دستگیر ہیں۔ مرتے وقت اس کو توبہ کی توفیق ملے گی۔''

۶۔ نالۂ امداد غریب میں لکھا ہے:

یا رسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا یا نبی حال ابتر ہوا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے میرے
مشکل کشا فریاد ہے

(کلیات امدادیہ ص ۹۰)

۷۔ ایک عالم نے تحریر کیا ہے:

يَا شَفِيْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِیْ
اَنْتَ فِی الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمِدِیْ
دستگیری کیجیے میرے نبی!
کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
لَيْسَ لِیْ مَلْجَأً سِوَاكَ اَغِثْ
مَسَّنِیَ الضُّرُّ سَيِّدِیْ سَنَدِیْ
جز تمہارے کہاں میری پناہ
فوج کلفت مجھ پر آ غالب ہوئی
غَشَّنِیَ الدَّهْرُ يَا ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ
كُنْ مُغِيْثًا فَاَنْتَ لِیْ مَدَدِیْ
ابن عبداللہ! زمانہ ہے خلاف
اے میرے مولیٰ! خبر لیجیے میری

(نشرالطیب ص١٨٦)

۸۔ ایک صاحب رقمطراز ہیں ؎

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب!
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(کلیات شیخ الهندص ۸۹)

نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا
اس کا جو حکم تھا، تھا سیف قضائے مبرم
مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

(کلیات شیخ الہندص ۷۰)

۹۔ ایک صاحب لکھتے ہیں:

(الف) ''بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکرنہیں۔''

(ب) وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلہ میں علمائے دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہل سنت والجماعت کا ہے۔ ①

پھر اس کے بعد مولوی قاسم نانوتوی صاحب کا مرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں جسد عنصری کے ساتھ آنے کا واقعہ نقل کیا ہے، یہی واقعہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب ''ارواح ثلاثہ'' ص۲۲۲ میں درج کیا ہے۔

۱۰۔ ایک عالم صاحب اپنے پردادا جی کے بارے میں راقم ہیں:

''شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا، شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں، اس لیے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔''②

---

① حاشیہ سوانح قاسمی: ۳۳۲/۱۔
②اشرف السوانح: ۱۵/۱۔

۱۱۔ ''گلستان امیر''ص ۱۳۸ میں لکھا ہے ؎

احد احمد دے وچ رب نے میم دا پردا پایا
انا احمد بلا میم نبی پاک فرمایا
سر زمین عرب وچ ظہور محمد پایا
انا عرب بلا عین نبی پاک فرمایا

۱۲۔ ''دیوان محمدی''ص ۱۳۴ میں لکھا ہے ؎

صورت رحمان ہے تصویر میرے پیر کی
عَلَّمَ الْقُرْآنَ ہے تقریر میرے پیر کی
کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر
ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی

(ص:۱۳۵)

دفتر یَمْحُوْ وَ یُثْبِتُ پر ہے تیرا اقتدار
گل بنا بلبل کو اے تقدیر! میرے پیر کی

(ص:۱۳۶)

کھلے جلوے ہیں اس در پر فقط اللہ اکبر کے
ہمیں سجدے روا ہیں خواجہ اجمیر کے در کے

(ص:۱۳۶)

خدا کہتے ہیں جس کو مصطفیٰ معلوم ہوتا ہے
جسے کہتے ہیں بندہ خود خدا معلوم ہوتا ہے

(ص:۱۴۵)

محمد مصطفیٰ محشر میں طٰہٰ بن کے نکلیں گے
اٹھا کر میم کا پردہ ہویدا بن کے نکلیں گے
حقیقت جن کی مشکل تھی تماشا بن کے نکلیں گے
بجاتے تھے جو اِنِّیْ عَبْدُہٗ کی بنسری ہر دم
خدا کے عرش پر اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ بن کے نکلیں گے

(ص:۱۴۹)

۱۳۔ ایک بزرگ لکھتے ہیں:

''بندہ قبل وجودخود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ۔''[1]

اسی طرح ص۸۱ میں ہے:

''فقیر مرتا نہیں صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے، فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہو گا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا ہے۔ فرمایا (حضرت صاحب نے) کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالت حیات میں اٹھایا تھا۔''

ص۸۴ میں ہے:

''فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کا محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنہ یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا، وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقررہ پائیں قبر سے ملا کرتا ہے۔''

---

[1] شمائم امدادیہ ص۳۸۔

ص۷۶ میں ہے:

''فرمایا حضرت جنید بغدادی بیٹھے تھے۔ایک کتا سامنے سے گزرا، آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ اس قدر صاحب کمال ہو گیا کہ شہر کے کتے اس کے پیچھے دوڑے، وہ ایک جگہ بیٹھ گیا، سب کتوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا۔''

۱۴۔ آسمانی جنت ص۹۰ پر درج ہے:

علی دروازہ احمد کا ، در احمد ہے اللہ ہو

علی احمد ہے اللہ ہو، علی احمد ہے اللہ ہو

۱۵۔ ایک شخص ''قیوم'' کی شرح میں راقم ہے:

''قیوم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ماتحت تمام اسماء و صفات، شیوانات، اعتبارات اور اصول ہوں اور تمام گزشتہ و آئندہ مخلوقات کے عالم موجودات، انسان، وحوش، پرند، نباتات، ہر ذی روح، پتھر، بحر و بر کی ہر شے، عرش، کرسی، لوح، قلم، ستارہ، ثوابت، سورج، چاند، آسمان، بروج سب اس کے سائے میں ہوں۔ افلاک و بروج کی حرکت وسکون، سمندروں کی لہروں کی حرکت، درختوں کے پتوں کا ہلنا، بارش کے قطروں کا گرنا، پھلوں کا پکنا، پرندوں کا چونچ پھیلانا، دن رات کا پیدا ہونا اور گردش کنندہ آسمان کے موافق یا ناموافق رفتار سب کچھ اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ بارش کا ایک قطرہ ایسا نہیں جو اس کی اطلاع کے بغیر گرتا ہو۔ زمین پر حرکت وسکون اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتی۔ جو آرام وخوشی و بے چینی و رنج اہل زمین کو ہوتا ہے اس کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔ کوئی گھڑی، کوئی دن، کوئی ہفتہ، کوئی مہینہ، کوئی سال ایسا نہیں جو اس کے حکم کے بغیر اپنے آپ میں نیکی بدی کا تصرف کر سکے۔ غلہ کی پیدائش، نباتات کا اگنا، غرض جو کچھ بھی خیال میں آسکتا ہے وہ اس کی مرضی اور حکم کے بغیر ظہور میں نہیں آتا۔

روئے زمین پر جس قدر زاہد، عابد، ابرار اور مقرب، ذکر، فکر، تقدیس اور تزویہ میں، عبادت گاہوں، جھونپڑوں، کٹیوں، پہاڑ اور دریا کے کنارے، زبان، قلب، روح، سر، خفی، اخفی و نفسی سے مشاغل اور معتکف ہیں اور حق تعالیٰ کی راہ میں مشغول ہوں گے گو انہیں اس بات کا علم نہ ہو اور جب تک ان کی عبادت قیوم کے ہاں قبول نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتی ۔''①

یہ چند ایک ''کلمہ گو'' لوگوں کے عقائد بلا تبصرہ درج کر دیے ہیں ۔ تھوڑا بہت عقل و شعور رکھنے والا آدمی با آسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ عقائد اسلامی نہیں ہیں بلکہ خالصتاً شرکیہ عقائد ہیں، اسلام سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو شرک کی دلدل اور قعرِ مذلت سے نکال کر دامنِ توحید سے وابستہ کر دے اور عقیدۂ توحید پر ہی قائم و دائم رکھے اور اسی پر ہماری موت آئے، آمین یا رب الموحدین!

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفی اللہ عنہ
۱۶/ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ

① روضة القيومية : ۱/۹٤ ، بحواله آسمانی جنت : ۱٥٤، ۱٥٥۔

قبریں اور اسلام

قرآن مجید، فرقان حمید اور احادیث نبویہ میں جس قدر شرک اور مشرکین کی مذمت بیان کی گئی ہے اتنا زور کسی اور مسئلہ پر نہیں دیا گیا اور شرک کے تمام مظاہر بھی شرک کی طرح واجب الترک اور قابل مذمت ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے قبور کی تعمیر اور ان پر گنبد وغیرہ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس لیے کہ یہ عوام الناس کے لیے شرک کا باعث ہیں۔ نبی مکرم، رسول معظم، شفیع الموحدین، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت جو وصایا اپنی امت کے لیے تعلیم فرمائے ان میں سے ایک وصیت یہ بھی ہے:

((عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا، وَ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا، وَ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تُبْلَغُنِیْ حَيْثُ كُنْتُمْ)) [1]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ

---

① ابوداؤد، کتاب المناسك، باب زيارة القبور: ٢٠٤٢۔ مسند احمد: ٣٦٧/٢۔ ابن ابی شيبه، كتاب الجنائز، باب من كره زيارة القبور: ٣٠/٣ (١١٨١٨)۔ عبدالرزاق، كتاب الجنائز، باب السلام على قبر النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ٥٧٧/٣ (٦٧٢٦) ٧١/٣۔ صحيح الجامع الصغير: ١٢١١/٢ (٧٢٢٦)۔ شعب الايمان للبيهقی (٤١٦٢)۔ حلية الاولياء: ٢٨٣/٦) فی ترجمة هشام الدستوائی۔ مسند ابی يعلىٰ (٤٦٩)۔ المقصد العلیٰ فی زوائد ابی يعلىٰ: ٢٦٨/١۔ الاحاديث المختار: ٢٥/ ٤٩۔ طبرانی كبير: ٨٣/٣۔ تهذيب تاريخ دمشق: ١٦٥/٤۔ موضح اوهام الجمع و التفريق: ٢٥/٢۔ التاريخ الكبير: ١٨٦/٣۔

اور نہ میری قبر کوعید بنانا اور مجھ پر درود پڑھو، یقیناً تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جائے گا تم جہاں کہیں بھی ہوئے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے زیارت کے لیے اجتماع کرنے اور میلے لگانے سے خود اپنی قبر پر بھی منع فرما دیا کیونکہ عید خوشی کے اجتماع کو بھی کہا جاتا ہے اور قبر پر عرس و میلے اور چراغ جیسا کہ آج کل اہل بدعت کرتے ہیں اسی خوشی کا اظہار معلوم ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ رقمطراز ہیں:

« هٰذَا إِشَارَةٌ إِلیٰ سَدِّ مَدْخَلِ التَّحْرِيفِ كَمَا فَعَلَ الْيَهُوْدُ وَ النَّصَارٰى بِقُبُوْرِ اَنْبِيَآءِ هِمْ وَ جَعَلُوْهَا عِيْدًا وَمَوْسَماً بِمَنْزِلَةِ الْحَجِّ »[1]

''اس حدیث میں تحریف کے دروازے کی بندش کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ یہودی اور عیسائی اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ سلوک کرتے تھے، انہوں نے انہیں حج کی طرح موسم اور عید بنا ڈالا۔''

نبی کائنات ﷺ نے اللہ کے حضور اپنی قبر مبارک کے متعلق یہ دعا بھی فرمائی:

« عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ « اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا، لَعَنَ اللّٰهُ قَوْماً اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ »[2]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے میرے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا (کہ اس کی عبادت کی جائے) اللہ تعالیٰ کی لعنت برسے ایسی قوم پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔''

---

① حجة اللّٰه البالغة: ٧٧/٢ مبحث فی الأذكار وما يتعلق بها۔

② مسند حميدی: ٤٤٥/٢ (١٠٢٥)۔ مسند احمد: ٢٤٦/٢۔ عبدالرزاق: ٤٦٤/٨ (١٥٩١٦)۔ مؤطا مالك: ١٧٢/١ (٨٥)۔ مسند ابی يعلیٰ: (٦٦٨١) ٣٤/١٢۔ حلية الأولياء: ٣١٧/٧۔ المقصد العلیٰ: ٦١٥۔

آپ ﷺ کی اس دعا سے معلوم ہوا کہ جس قبر کو سجدہ گاہ بنا لیا جائے اور اس کی عبادت مثل دعا، نذر و نیاز، قیام و رکوع اور تلاوت وغیرہ کا محل بنا دیا جائے تو وہ بھی وثن و بت کے زمرے میں شامل ہو جاتی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میری قبر کو ''وثن'' یعنی بت نہ بنانا اور اسی حکمت کے پیش نظر آپ کی قبر مبارک کو نمایاں نہیں رکھا گیا بلکہ آپ ﷺ کو حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں دفن کیا گیا تا کہ کوئی شخص بھی وہاں آ کر کسی قسم کی عبادت کا اہتمام نہ کر سکے۔ خود سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اس بیماری میں جس میں فوت ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر، جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر مسجدیں بنالیں۔''

پھر آگے فرماتی ہے:

((فَلَوْلَا ذَاكَ أُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ خُشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا))[1]

''اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ آپ ﷺ کی قبر کو عبادت گاہ بنا لیا جائے گا تو آپ ﷺ کی قبر چار دیواری میں نہ ہوتی بالکل کھلی جگہ پر نمایاں ہوتی۔''

معلوم ہوا کہ قبر پرستی کے ڈر کی بنا پر آپ ﷺ کی قبر مبارک کھلی اور نمایاں جگہ پر نہیں بنائی گی کیونکہ اسلام میں قبوری شریعت کا کوئی تصور (Concept) ہی موجود نہیں۔

جندب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو موت سے پانچ دن پہلے فرماتے ہوئے سنا:

((أَلَا وَ إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ وَ صَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ إِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ))[2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ :۵۲۹۔ صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی ﷺ :۱۳۹۰۔

[2] صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ : ۵۳۲۔

''لوگو! کان کھول کر سن لو تم سے پہلی امتوں نے اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا، خبردار! تم قبروں پر مسجدیں مت بنانا، میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں۔''

نبی ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

((إِنَّ أُولٰئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[1]

''یقیناً جب ان میں کوئی نیک آدمی مرجاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں تصویریں لٹکا دیتے، یہ لوگ قیامت والے دن اللہ کے ہاں بدترین مخلوق شمار ہوں گے۔''

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَمَنْ يَتَّخِذُ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ))[2]

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: ''بے شک لوگوں میں سے شریر ترین وہ ہیں جن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ زندہ ہوں گے اور ایسے لوگ ہوں گے جو قبروں کو مسجدیں بنائیں گے۔''

نبی مکرم ﷺ کی ان احادیث صحیحہ صریحہ سے معلوم ہوا کہ قبروں پر مساجد تعمیر کرنا، عبادت کرنا اور نذر و نیاز چڑھانا، وہاں پر عرس و میلے لگانا، ان سے استمداد و استعانت کرنا

---

① صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ: ۵۲۸۔

② مسند احمد: ۱/۴۰۵،۴۳۵۔ مسند ابی یعلیٰ: (۵۳۱۶) ۹/۲۱۶۔ ابن خزیمہ: ۷۸۹۔ ابنِ حبان: ۲۳۱۶۔ بخاری تعلیقاً کتاب الفتن، باب ظهور الفتن۔ موارد: ۳۴۰۔ ابنِ ابی شیبہ، اخبار اصبہان: ۱/۱۴۲۔

شرعی طور پر حرام ومنع ہے اور ایسے افراد شریرترین لوگ ہیں جن پر قیامت قائم ہوگی۔

عصر حاضر میں بریلوی حضرات اپنے اعلیٰ حضرت کے عقائد واعمال کی ترویج واشاعت میں کوشاں اور سرگرم عمل دکھائی دیتی ہے اور ان کی تعلیمات سے قبر پرستی از حد نمایاں ہے۔ لوگ صوفیاء کے مزاروں اور مقابر پر جا کر اپنی حاجات ومناجات پیش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ قبروں والے ہمارے گنج بخش، داتا، فیض عالم، غوث اعظم، فریاد رس، غریب نواز، بندہ پرور، بگڑی بنانے والے، حاجت روا اور مشکل کشا ہیں بلکہ کھلے عام ان کے لیے سربسجود ہوتے ہیں اور اس بات کا برملا اظہار بھی کرتے ہیں جیسا کہ خواجہ فرید المعروف گنج شکر کے دربار پر یہ شعر لکھا ہوا ہے ۔

تیرے در پر سجدہ ریزی یہی میری بندگی ہے
کہ ذرا لپٹ کر رو لوں تیرے سنگ آستاں پہ
ہم نے یہ بندگی کا طریقہ بنا لیا
اپنے بابا کو یاد کیا سر جھکا لیا

(آسمانی جنت ص ۷۱)

اسی طرح ایک دیوانہ کہتا ہے ۔

کھلے جلوے ہیں اس در پر فقط اللہ اکبر کے
ہمیں سجدے روا ہیں خواجہ اجمیر کے در کے

(دیوان محمدی ص ۱۳۶)

مندرجہ بالا اشعار بریلوی حضرات کے ناکارہ عقیدے کی توضیح کے لیے کافی ہیں۔ قبوری شریعت میں بہت سے خلاف شرع امور رائج ہیں جن میں سے قبر پرستی کے ساتھ ساتھ ان مزارات و مقابر کا پختہ ہونا اور ان پر قبے، گنبد اور عمارات کی تعمیر وغیرہ جب کہ نبی ﷺ نے انبیاء (علیہم السلام) واولیاء (رحمہم اللہ) کی قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے جیسا کہ مذکورہ احادیث سے واضح ہے۔ اس کے علاوہ بھی رسول مکرم ﷺ کی احادیث صحیحہ

اس بات پر دال ہیں کہ پختہ قبریں بنانا حرام ہیں، آپ ﷺ نے ان سے منع کیا ہے۔ چند ایک احادیث صحیحہ صریحہ ملاحظہ ہوں:

《عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ یُقْعَدَ عَلَیْهِ وَأَنْ یُّبْنٰی عَلَیْهِ》[1]

"جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع کیا ہے۔"

اسی صحیح حدیث کے دو شواہد اور بھی ہیں:

۱۔ 《عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: 《نَهٰی نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ یُّبْنٰی عَلَی الْقُبُوْرِ، أَوْ یُقْعَدَ عَلَیْهَا، اَوْیُصَلّٰی عَلَیْهَا》[2]

"ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے قبروں پر عمارت بنانے، ان پر بیٹھنے اور نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔"

۲۔ 《عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ أَنْ یُّبْنٰی عَلَی الْقَبْرِ أَوْیُجَصَّصَ》[3]

---

[1] صحیح مسلم ،کتاب الجنائز، باب النهی عن تجصیص القبر و البناء علیه :۹۷۰۔ ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی البناء علی القبر :۳۲۲۵۔ ترمذی ،کتاب الجنائز، باب ماجاء فی کراهیة تجصیص القبور :۱۰۵۲۔ نسائی ،کتاب الجنائز، باب الزیارة علی القبر :۲۰۲۶۔ و باب البناء علی القبر : ۲۰۲۷۔ ابنِ ماجه،کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن البناء علی القبور و تجصیصها :۱۵۶۲۔ شرح السنة، (۱۵۱۷)۴۰۵/۵۔ مسند احمد:۳۹۹/۳، ۳۳۲،۲۹۵۔ مسند طیالسی (۱۷۹۶)۲۴۸۔ ابنِ شیبه، کتاب الجنائز: ۲۵/۳(۱۱۷۶۴)۔ المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۴۹/۴،۵۰۔ مستدرك حاکم: ۳۷۰/۱۔

[2] مسند ابی یعلی: ۱۰۲۰)۲۹۷/۲۔ابن ماجه ،کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن البناء علی القبور و تجصیصهاوالکتابة علیها: ۱۵۶۴۔ مجمع الزوائد : ۶۱/۳۔

[3] مسند احمد :۲۹۹/۶۔

''ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر عمارت بنانے یا اسے پختہ کرنے سے منع کیا ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے تحت فرماتے ہیں:

((وَفِی هٰذَا الْحَدِیْثِ کَرَاهَةُ تَجْصِیْصِ الْقَبَرِ وَالْبِنَاءِ عَلَیْهِ وَتَحْرِیْمِ الْقُعُوْدِ))①

''اس حدیث میں قبر کو پختہ کرنے، اس پر عمارت بنانے کی کراہت ہے اور ان پر بیٹھنے کی حرمت ہے۔''

((عَنْ اَبِی الْهَیَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ: قَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلیٰ مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهُ))②

''ابوالہیاج اسدی رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اس کام پر مامور نہ کروں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا اور وہ یہ ہے کہ تم تصویر و مجسمہ نہ چھوڑو مگر اسے مٹادو اور جو قبر زیادہ اونچی ہو اسے (عام قبروں کے) برابر کردو۔''

اشکال:

بعض لوگ کہتے ہیں نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلاد کفار کی طرف روانہ کیا تھا نہ کہ مسلمانوں

---

① شرح النووی: ۳۲/۷۔

② مسلم، کتاب الجنائز، باب الامر بتسویة القبر: ۹۶۹۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب تسویة القبور اذا رفعت: ۲۰۳۰۔ ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی تسویة القبر: ۳۲۱۸۔ ترمذی۔ کتاب الجنائز، باب ماجاء فی تسویة القبور: ۱۰۴۹۔ مستدرك حاکم: ۳۶۹/۱۔ بیهقی: ۳/۴۔ مسند احمد: ۱۲۹/۱، ۹۶،۸۹۔ تحذیر الساجد ص ۸۹۔ المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۴۸/۳ (۲۱۷۱، ۲۱۷۲)

کے شہروں کی طرف، اس لیے یہاں مراد مشرکین کی قبریں ہیں نہ کہ مسلمانوں کی۔

ازالہ:

یہ اعتراض لاعلمی پر مبنی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں دیار مشرکین کی طرف بھیجا تھا جب کہ مسند احمد اور مسند طیالسی میں حدیث ہے کہ:

((بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَأَمَرَهٗ اَنْ يُّسَوِّيَ الْقُبُوْرَ))①

''نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی طرف بھیجا اور انہیں قبروں کے برابر کرنے کا حکم دیا۔''

اس حدیث سے اس اشکال کا ابطال ہو جاتا ہے اور تصریح ہوتی ہے کہ مدینہ طیبہ میں اونچی قبروں کے برابر کرنے کا حکم نبی ﷺ نے دیا تھا۔ نیز عبدالرزاق (٦٤٨٧) میں قبور المسلمین کی تصریح ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابوالہیاج اسدی علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے سربراہ تھے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں انہیں اس بات پر مامور کر دیا تھا جب کہ مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں میں مکمل مسلمانوں کی سلطنت تھی۔ نیز عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ایام خلافت میں اس پر مکمل عمل کیا۔ عبداللہ بن شرحبیل بن حسنہ فرماتے ہیں:

((رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَأْمُرُ بِتَسْوِيَةِ الْقُبُوْرِ فَقِيْلَ لَهُ هٰذَا قَبْرُ أُمِّ عَمْرٍو بِنْتِ عُثْمَانَ فَأَمَرَ بِهٖ فَسُوِّيَ))②

''میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیتے ہوئے دیکھا تو انہیں کہا گیا یہ ام عمرو بنت عثمان یعنی آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی قبر ہے تو انہوں نے اس کو

---

① مسند احمد: ١١١/١ واللفظ لہ۔ مسند طیالسی: ١٦/(٩٦)

② تاریخ ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ: ٦٦/٢، ١٢١، بحوالہ تحذیر الساجد ص٨٨۔ ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، باب فی تسویۃ القبر و ماجاء فیہ: ١١٧٩٥ : ٢٨/٣

بھی برابر کرنے کا حکم دیا تو اسے بھی برابر کر دیا گیا۔"

ان ہر دو احادیث سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کو بلاد اسلامیہ یعنی مدینہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں پر قبروں کی برابری والے حکم پر عمل کیا، اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی جب قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا تھا تو وہ مسلمانوں کا ہی قبرستان تھا۔ جس میں ان کی بیٹی ام عمرو بنت عثمان کی قبر بھی تھی جسے برابر کر دیا گیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی قبر کو برابر کر کے سبق دے دیا کہ قبر مسلمان کی ہو یا مشرک کی، انہیں حدود شرعیہ سے بلند نہیں ہونا چاہیے۔ اس مسئلے کی توضیح درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

مشہور تابعی ثمامہ بن شفی فرماتے ہیں:

((كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِأَرْضِ الرُّوْمِ بِرُوْدِسَ فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَّنَا فَأَمَرَ فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ بِقَبْرِهِ فَسُوِّيَ ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا))[1]

"ہم فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ روم کی سرزمین میں روڈس مقام پر تھے کہ ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا۔ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے ان کی قبر کو برابر کرنے کا حکم دیا تو اسے برابر کر دیا گیا۔ پھر انہوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیتے تھے۔"

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قبروں کی برابری کا حکم مشرکین کی قبور کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی قبور کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔

ورنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور فوج کے کمانڈر

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الامر بتسویة القبر :۹۶۸۔ بیهقی: ۳۰۲/٤۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب تسویة القبور اذا رفعت :۲۰۲۹۔ ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی تسویة القبر: ۳۲۱۹۔ ابن ابی شیبه، کتاب الجنائز، باب فی تسویة القبر:۱۱۷۹٤۔ ۲۸/۳۔ المسند المستخرج علی صحیح مسلم : ٤۸/۳(۲۱۷۰)۔

ایک مسلمان مجاہد کی قبر کے برابر کرنے کا حکم نہ کرتے اور نہ ہی اس پر رسول اللہ ﷺ کی تسویۃ القبور والی حدیث بطور دلیل پیش کرتے جوانھوں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی اور ان کی فوج میں سے کسی ایک مسلمان نے بھی یہ نہیں کہا: ''اے فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ! آپ کیا حکم دے رہے ہیں؟ قبروں کی برابری کا حکم تو مشرکین کے متعلق ہے۔ آپ مسلمانوں سے بھی یہی سلوک کر رہے ہیں؟''

قصہ مختصر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بلا نکیر اس بات کو تسلیم کیا اور ثابت کر دیا کہ قبروں کی برابری کا حکم مشرکین کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض درست نہیں۔ نیز امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« رَأَيْتُ الْأَئِمَّةَ بِمَكَّةَ يَأْمُرُوْنَ بِهِدَامِ مَا يُبْنٰى وَ يُؤَيِّدُ الْهَدْمَ قَوْلُهٗ: وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ »[1]

''میں نے مکہ میں ائمہ کو قبروں پر عمارات کے گرانے کا حکم کرتے دیکھا ہے اور اس کی تائید نبی ﷺ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ ''آپ ہر اونچی قبر کو برابر کر دیں۔''

معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور اس دور کے مکہ مکرمہ کے ائمہ اسلام کا بھی یہی موقف و مذہب تھا۔

اشکال:

یہ حدیث سند کے لحاظ سے درست نہیں، اس کی سند میں وکیع مجروح ہیں۔ سفیان ثوری مدلس ہیں۔ اسی طرح حبیب بن ابی ثابت بھی مدلس ہیں اور وائل ناصبی ہیں۔[2]

ازالہ: اولاً اس کی سند ملاحظہ ہو:

---

[1] شرح مسلم للنووی: ۳۲/۷۔

[2] آئین وھابیت ص۳۶، ۳۷ استاد جعفر سبحانی۔

یہ حدیث کی مختصر تخریج ہے وگرنہ کتب احادیث میں اس کے اور طرق بھی تتبع سے جمع کیے جاسکتے ہیں۔

''آئین وہابیت'' کے شیعہ مؤلف کے اعتراضات پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ وکیع بن جراح ثقہ محدث ہیں، انہیں مجروح قرار دینا آسمان پر تھوکنے کے مترادف ہے اور حدیث کے بیان کرنے میں وکیع منفرد بھی نہیں بلکہ یحیٰی القطان، محمد بن کثیر، عبدالرحمٰن بن مہدی اور خلاد بن یحیٰی جیسے کبار محدثین اس کے متابع موجود ہیں، اسی طرح سفیان ثوری جیسے ثقہ محدث کی تدلیس کا اعتراض بھی فضول ہے کیونکہ صحیح مسلم میں ان کی تصریح بالسماع موجود ہے اور ان کے علاوہ دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور ابووائل شقیق بن سلمہ اُسدی پر اعتراض بھی فضول ہے وہ بھی ثقہ محدث ہیں اور ائمہ اہل سنت میں سے ہیں اور اس حدیث میں ان کے بھی متابع موجود ہیں جیسا کہ نقشے سے ظاہر ہے، اسی طرح حبیب بن ابی ثابت کی تدلیس بھی مضر (Injurious) نہیں، کیونکہ حبیب بن ابی ثابت کی سند کے علاوہ اس کی اور اسانید بھی موجود ہیں اور صحیح مسلم میں اس روایت کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی صحت پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے اور اسے تلقی بالقبول حاصل ہے اور کسی بھی ثقہ محدث نے اس حدیث کو ضعیف قرار نہیں دیا، غرض یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور ''آئین وہابیت'' کے مؤلف کے اعتراضات فضول اور لاعلمی پر مبنی ہیں۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَوْصٰى أَبُومُوْسٰى حِيْنَ حَضَرَهُ الْمَوْتُ فَقَالَ: إِذَا انْطَلَقْتُمْ بِجَنَازَتِي فَأَسْرِعُوا الْمَشْيَ وَلاَ يُتْبِعُنِي مُجَمَّرٌ وَ لاَ تَجْعَلُوْا فِي لَحْدِي شَيْئًا يَحُوْلُ بَيْنِي وَبَيْنَ التُّرَابِ وَلَا تَجْعَلُوْاعَلَى قَبْرِي بِنَاءً، وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي بَرِيْءٌ مِّنْ كُلِّ حَالِقَةٍ أَوْسَلِقَةٍ أَوْ خَارِقَةٍ، قَالُوْا: أَ وَ سَمِعْتَ فِيْهِ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ ! مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »[1]

---

[1] مسند احمد: ٤/ ٣٩٧ (١٩٠٥٣)۔

"ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت وصیت کی کہ جب تم میرا جنازہ لے کر چلنے لگو تو جلدی چلنا اور نہ ہی میرے ساتھ کوئی انگیٹھی ہو اور نہ میری لحد میں کوئی چیز رکھنا جو میرے اور مٹی کے درمیان حائل ہو اور نہ ہی میری قبر پر کوئی عمارت بنانا اور میں تمہیں گواہ بنا کے کہتا ہوں کہ میں سر منڈانے والی چیخ و پکار کرنے والی یا کپڑے پھاڑنے والی سے بری ہوں۔ لوگوں نے پوچھا کیا آپ رضی اللہ عنہ نے ان باتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔"

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قبر پر عمارت تعمیر کرنا منع ہے۔ لہٰذا جملہ قبرستانوں میں جو پختہ قبور بنائی گئی ہیں یا مختلف آستانوں اور گدیوں پر جو صوفیاء کے مزارات پر عالی شان عمارات اور ان پر قبے اور گنبد بنائے گئے ہیں یہ سب ناجائز و حرام ہیں، انہیں گرانا واجب ہے۔ یاد رہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے جو احادیث تسویۃ القبور کے بارے میں ذکر کیگئی ہیں ان سے مراد یہ نہیں ہے کہ قبروں کو بالکل مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا جائے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ انہیں عام قبروں کے برابر حد شرعی تک برابر کیا جائے یعنی ایک بالشت تک اونچا رہنے دیں جس سے معلوم ہو کہ یہ قبر ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر زمین سے ایک بالشت اونچی تھی۔ [1]

امام بیہقی کی تبویب سے بھی یہ بات عیاں ہے کہ قبر کی مٹی سے زائد اس پر نہ ڈالی جائے تا کہ زیادہ بلند نہ ہو جائے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«إِنَّ السُّنَّةَ أَنَّ الْقَبْرَ لَا يُرْفَعُ عَلَى الْأَرْضِ رَفْعًا كَثِيرًا» [2]

"سنت یہ ہے کہ قبر زمین سے زیادہ اونچی نہ ہو بلکہ ایک بالشت کے برابر

---

① بیھقی: ۴۱۰/۳ ، باب لا یزاد فی القبر علی اکثر من ترابه لئلا یرتفع جدًا۔

② شرح مسلم للنووی : ۳۱/۷۔

اونچی ہو۔''

لہٰذا تسویۃ القبور کا یہی مفہوم صحیح ہے کہ جو قبریں حد شرعی سے زائد اور اونچی بنائی گئی ہیں انہیں گرا کر عام قبروں کے برابر کر دیا جائے۔

۱۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

((وَ يُرْفَعُ الْقَبْرُ مِنَ الْاَرْضِ قَدْرَ شِبْرٍ وَ يُرَشُّ عَلَيْهِ الْمَآءُ وَيُوْضَعُ عَلَيْهِ الْحَصَا وَاِنْ طَيَّنَ جَازَ وَاِنْ جَصَّصَ كُرِهَ))[1]

''قبر زمین سے ایک بالشت اونچی کی جائے اور اس پر پانی چھڑکا جائے اور اس پر سنگریزہ رکھ دیں اور اگر لیپ کر دیں تو جائز ہے مگر پختہ گچ سے بنانا مکروہ ہے۔''

۲۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام محمدؒ شاگرد امام ابوحنیفہؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں:

((وَلَا نَرٰى اَنْ يُّزَادَ عَلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ وَنَكْرَهُ اَنْ يُّجَصَّصَ اَوْ يُطَيَّنَ اَوْيُجْعَلَ عِنْدَهُ مَسْجِدًا اَوْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ وَيُكْرَهُ الْآجُرُّ اَنْ يُبْنٰى بِهٖ اَوْ يُدْخَلَ الْقَبْرَ وَلَا نَرَى بِرَشِّ الْمَآءِ عَلَيْهِ بَاْسًا وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ))[2]

''اور نہیں دیکھتے ہم یہ کہ زیادہ کیا جائے اس چیز پر جو کہ اس سے نکلے یعنی جو مٹی قبر سے نکلی اس کے سوا اور مٹی نہ اس میں ڈالی جائے اور مکروہ رکھتے ہیں ہم یہ کہ گچ کی جائے یا مٹی سے لیپی جائے یا اس کے پاس مسجد بنائی جائے یا نشان بنایا جائے یا اس پر لکھا جائے اور مکروہ ہے پکی اینٹ کہ اس سے قبر بنائی جائے یا قبر

---

[1] غنية الطالبين مترجم: ٦٤٠ مكتبه تعمير انسانيت، لاهور

[2] كتاب الآثار لمحمد بن حسن الشيباني مترجم: ١٢٦ باب تسنيم القبور و تحصيصها۔

میں داخل کی جائے اور ہمارے نزدیک قبر پر پانی چھڑکنے میں کچھ گناہ نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔''

۳۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاذ الاستاذ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاذ الاستاذ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ المتوفی ۹۶ھ سے ایک روایت میں ہے:

((عَنْ اِبْرَاهِيمَ أَنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يَّجْعَلَ عَلَى الْقَبْرِ عَلَامَةً وَأَنْ يَّضَعَ عَلَى اللَّحْدِ آجُرًّ وَأَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ))

''ابراہیم نخعی رحمہ اللہ قبر پر علامت رکھنا اور لحد میں پکی اینٹ لگانا اور قبر کو پختہ کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔''

۴۔ امام محمد رحمہ اللہ شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام محمد رحمہ اللہ شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ المتوفی ۱۸۹ھ سے ایک روایت میں ہے:

((مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوحَنِيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْخٌ لَّنَا يَرْفَعُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ تَرْبِيعِ الْقُبُوْرِ وَتَجْصِيْصِهَا قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ))[1]

''محمد رحمہ اللہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے ایک استاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک رفع کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو چوکور کرنے اور ان کو پختہ کرنے سے منع کیا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ اسی کو ہم لیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔''

یہ بھی یاد رہے کہ علماء متقدمین کے نزدیک مکروہ کا لفظ حرام پر بولا جاتا ہے۔ مفتی محمد خاں

---

① کتاب الآثار لمحمد بن حسن الشیبانی: ۲۵۱ص /۱۲٦مترجم ۔نیز دیکھیں امام محمد کی کتاب الاصل: ۴۲۲/۱ اور الجامع الصغیر ص ۱۱۸۔

قادری بریلوی رقمطراز ہیں:

''ائمہ متقدمین حرام پر کراہت کا اطلاق کرتے ہیں مثلاً احناف کے ہاں بچوں کے لیے ریشمی لباس اور سونے کا استعمال حرام ہے، مالکیہ کے نزدیک شطرنج کھیلنا حرام ہے، حنابلہ کے ہاں ملک یمین کی وجہ سے دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے، شوافع کے ہاں زانی کا زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی کے ساتھ نکاح حرام ہے مگر ان تمام پر کراہت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔''[1]

نیز ص ۲۴۸ پر لکھتے ہیں کہ شیخ ابن بدران حنبلی امام مالک اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ان دونوں بزرگوں نے مکروہ کا اطلاق اس حرام پر بھی کیا ہے جس کی بنیاد دلیل ظنی ہو اور یہ ان کا تقویٰ اور احتیاط ہے۔''

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

((اَلْمَكْرُوْهُ فِي هٰذَا الْبَابِ نَوْعَانِ اَحَدُ هُمَا مَا يُكْرَهُ تَحْرِيْمًا وَهُوَ الْمَحْمُوْلُ عِنْدَ إِطْلَاقِهِمْ))[2]

''اس باب میں مکروہ دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس میں کراہت تحریمی مراد ہے اور یہ اس پر محمول ہے کہ اس کا اطلاق ہی حرمت پر ہو رہا ہے۔''

''تصریح حاشیہ تلویح ص ۲۷ میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ دونوں سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ مکروہ سے کراہت تحریمی مراد ہے۔''

---

[1] معارف الاحکام، ص ۲٤۷۔

[2] الرد المحتار :۱/٤۲۹ مطلب فی الکراهة التحریمیة و التنزیهیة، نیز دیکھیں: البحر الرائق: ۱۹/۲ فتح القدیر شرح هدایه : ۱۱٤/۲۔

لہٰذا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے ہاں بالخصوص پختہ قبریں بنانا، ان پر گنبد قائم کرنا، قبروں کے پاس مسجد بنانا، ان پر کتبے لگانا حرام ہے۔ بریلوی حضرات اگر امام صاحب کے مقلد ہے تو انہیں امام صاحب رحمہ اللہ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے مزارات پر تعمیر شدہ عمارتیں، گنبد اور قبے گرا دینے چاہییں پھر تقلید امام صاحب رحمہ اللہ سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیے۔

۵۔ علامہ محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ محمود آلوسی حنفی المتوفی ۱۲۷۰ھ ایک جگہ پر لکھتے ہیں:

((ثُمَّ اِجْمَاعاً فَاِنَّ اَعْظَمَ الْمُحَرَّمَاتِ وَاَسْبَابِ الشِّرْكِ الصَّلوٰةُ عِنْدَهَا وَاِتِّخَاذُهَا مَسَاجِدَ اَوْ بِنَاءُ هَا عَلَيْهِ وَتَجِبُ الْمُبَادَرَةُ اِلىٰ هَدْمِهَا وَهَدْمِ الْقُبَّابِ الَّتِیْ عَلیَ الْقُبُوْرِ اِذْ هِیَ اَضَّرُّ مِنْ مَسْجِدِ الضَّرَارِ لِاَنَّهَا اُسِّسَتْ عَلَى مَعْصِيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجِبُ اِزَالَةُ كُلِّ قِنْدِيْلٍ اَوْ سِرَاجٍ عَلَى قَبْرٍ وَلَايَجُوْزُ وَقْفُهُ وَ نَذْرُهٗ))[1]

''اس بات پر اجماع ہے کہ سب سے بڑی حرام اور شرک کے اسباب کی چیزوں میں سے مزاروں کے پاس نماز پڑھنا اور ان پر مسجدیں یا عمارتیں بنانا ہے۔ ایسی اشیاء کو گرانا اور جو قبروں پر قبے بنائے گئے ہیں انہیں گرانا واجب ہے کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے اس لیے کہ ان کی بنیادیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر رکھی گی ہیں اور قبروں پر ہر قندیل اور چراغ کو گل کرنا بھی واجب ہے اور اس کا وقف کرنا اور نذر ماننا بھی ناجائز ہے۔''

بعض لوگ اصحاب کہف کے واقعہ سے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے کا استدلال کرتے ہیں کہ جب وہ لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑنے لگے تو انہوں نے کہا ان کے غار پر کوئی

---

[1] روح المعانی : ۱۵/۲۳۸ مکتبہ امدادیہ ،ملتان۔

عمارت تعمیر کر دو، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے۔ جو اس مسئلہ میں غالب آ گئے، انہوں نے کہا ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔ ان حضرات کا اتنا کہنا ہے کہ قرآن پاک نے ان کے اس مقولے کو ذکر کر کے رد نہیں کیا لہٰذا قبروں پر مسجدیں بنانا جائز ہے۔ اس بات کی تردید کرتے ہوئے علامہ محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« وَاسْتُدِلَّ بِالْآيَةِ عَلىٰ جَوَازِ الْبِنَاءِ عَلَى قُبُوْرِ الصُّلَحَاءِ وَاتِّخَاذِ مَسْجِدٍ عَلَيْهَا وَجَوَازِ الصَّلاَةِ فِي ذٰلِك......وَهُوَقَوْلٌ بَاطِلٌ فَاسِدٌ كَاسِدٌ فَقَدْ رَوَى أَحْمَدُ وَ أَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمَذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : « لَعَنَ اللّٰهُ تَعَالىٰ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ »» ①

’’اس آیت کریمہ سے صالحین کی قبروں پر عمارت تعمیر کرنے اور ان پر مسجدیں بنانے اور ان میں نماز پڑھنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ یہ قول باطل، عاطل، فاسد، کاسد ہے اس لیے کہ امام احمد، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قبروں کی زیارت کرنے والیوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور ان پر چراغ جلانے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔‘‘

اس کے بعد علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اور بھی کئی ایک احادیث ذکر کی ہیں، قرآن حکیم میں جن لوگوں کی بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے ان پر مسجدیں بنانے کے لیے کہا، امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا رجحان اس طرف ہے کہ وہ مشرکین تھے۔ ②

اگر وہ مسلمان بھی ہوں تو نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں اس لیے کہ ہماری شریعت میں صلحاء

---

① روح المعانی: ۲۳۷/۱۵۔

② ابن کثیر: ۸۷/۳۔

کی قبروں پر مساجد تعمیر کرنا حرام ہے اور لعنت کا موجب۔

٦۔ علامہ مرغینانی رحمہ اللہ صاحب ہدایہ کا فتویٰ :

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ صاحب ہدایہ (المتوفی ۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

((وَيُكْرَهُ الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ لِاَنَّهُمَا لِاِحْكَامِ الْبِنَاءِ وَالْقَبْرُ مَوْضِعُ الْبِلٰى)) ①

''پختہ اینٹوں اور لکڑی کا استعمال قبر پر مکروہ ہے اس لیے کہ یہ اشیاء عمارت کی پائیداری اور پختگی کے لیے ہیں اور قبر تو بوسیدہ اور ویران مقام ہے۔''

۷۔ علامہ ابن الہام رحمہ اللہ حنفی کا فتویٰ :

علامہ ابن الہام رحمہ اللہ (المتوفی ۸۲۱ھ) فرماتے ہیں:

((وَكَرِهَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الْبِنَاءَ عَلَى الْقَبْرِ وَ اِنْ لَمْ يُعْلَمْ بِعَلَامَةٍ وَكَرِهَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهِ كِتَابًا لِمَا رَوٰى جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ: لَا تُجَصِّصُوا الْقَبْرَ وَلَا تُبْنُوْا عَلَيْهِ وَلَا تَقْعُدُوْا عَلَيْهِ وَلَا تَكْتُبُوْا عَلَيْهِ)) ②

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قبر پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ سمجھا ہے، اگرچہ اس کی کوئی علامت معلوم نہ ہو اور قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس پر کسی قسم کی کتابت کو بھی مکروہ سمجھا ہے۔ اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہ قبر کو پختہ کرو اور نہ اس پر عمارت بناؤ اور نہ اس پر بیٹھو اور نہ اس پر کتبہ لگاؤ۔''

اسی طرح علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ (۱۰۱/۲) میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبروں کو برابر کرنے والی

---

① ہدایة مع فتح القدیر ۱۰۰/۲۔ ② فتح القدیر : ۱۰۰/۲ شرح الهدایه۔

حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں کہ:

«فَهُوَ عَلَى مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ مِنْ تَعَلِّيَةِ الْقُبُورِ بِالْبِنَاءِ الْحَسَنِ الْعَالِي »

''لوگ قبروں کو بلند و بالا اور خوبصورت عمارتوں کے ساتھ اونچا کرتے تھے اور اس سے قدر شرعی مراد نہیں ہے، یعنی قبر کو حد شرعی تک رکھیں باقی گرا دیں۔''

۸۔ علامہ عبداللہ بن احمد النسفی الحنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ عبداللہ بن احمد النسفی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۱۰ھ) کا قول ہے:

« وَلَا يُرَبَّعُ وَلَا يُجَصَّصُ »①

''قبر کو نہ مربع شکل بنایا جائے اور نہ پختہ کیا جائے۔''

۹۔ علامہ ابن نجیم حنفی المعروف ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثانی کا فتویٰ:

علامہ ابن نجیم حنفی المعروف ابو حنیفہ رحمہ اللہ ثانی (المتوفی ۹۷۰ھ) صاحب کنز کے قول ''وَلَا يُجَصَّصُ'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

«لِحَدِيثِ جَابِرٍ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَاَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهِ »

''پختہ قبریں بنانا سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے منع ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے، اس پر عمارت تعمیر کرنے اور اس پر کتبے لگانے سے منع کیا ہے۔''

۱۰۔ علامہ قاضی خاں الحنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ قاضی خاں الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۹۶ھ) کہتے ہیں:

---

① کنز الدقائق مع البحر الرائق : ۱۹٤/۲۔

((وَلَا يُجَصَّصُ الْقَبْرُ لِمَا رُوِیَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰی عَنِ التَّجْصِيْصِ وَالتَّفْضِيْضِ وَعَنِ الْبِنَاءِ فَوْقَ الْقَبْرِ......لِمَا رُوِیَ عَنْ اَبِی حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَنَّهٗ قَالَ لَا يُجَصَّصُ الْقَبْرُ وَ لَا يُطَيَّنُ وَ لَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ))[1]

''قبر کو پختہ نہ بنایا جائے اس لیے کہ نبی ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر چاندی سے جڑاؤ کرنے اور قبر کے اوپر عمارت بنانے سے منع کیا ہے......اور اس لیے بھی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قبر کو نہ پختہ کیا جائے اور نہ لیپ دیا جائے اور نہ ہی اس پر کوئی عمارت بنائی جائے۔''

۱۱۔ فتاویٰ عالمگیری:

((وَيُسَنَّمُ الْقَبْرُ قَدْرَ الشِّبْرِ وَلَا يُرَبَّعُ وَلَا يُجَصَّصُ وَلَا بَأْسَ بِرَشِّ الْمَآءِ عَلَيْهِ وَيُكْرَهُ اَنْ يُّبْنٰى عَلَى الْقَبْرِ أَوْ يُقْعَدَ أَوْ يُنَامَ عَلَيْهِ))[2]

''قبر کو اونٹ کی کوہان کی طرح بنایا جائے اور وہ بھی ایک بالشت کی مقدار اور نہ اسے مربع شکل بنایا جائے اور نہ پختہ کیا جائے اور اس پر پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں اور قبر پر عمارت بنانا، اس پر بیٹھنا یا سونا مکروہ ہے۔''

۱۲۔ علامہ علاء الدین الحصکفی الحنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ علاء الدین الحصکفی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۸۸ھ) کا قول ہے:

((وَلَا يُجَصَّصُ لِلنَّهْيِ عَنْهُ))[3]

---

[1] فتاویٰ قاضی خان: ۹۳/۱۔

[2] فتاویٰ عالمگیری: ۱۶۶/۱۔

[3] الرد المحتار: ۱۲۵/۱۔

''قبر کو پختہ نہ کیا جائے اس لیے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔''

۱۳۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ حنفی کا فتویٰ:

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) کہتے ہیں:

《وَ أَمَّا الْبِنَاءُ عَلَيْهِ فَلَمْ أَرَ مَنِ اخْتَارَ جَوَازَهٗ》①

''مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے قبر پر عمارت بنانے کے جواز کو پسند کیا ہو۔''

۱۴۔ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۵ھ) کا کہنا ہے:

《لَا يُطَيَّنُ بِالْجَصِّ وَ لَا يُبْنىٰ عَلَيْهِ بِهٖ لِاَنَّهٗ لِلْاِحْكَامِ وَالزِّيْنَةِ》②

''چونے کے ساتھ لیپ نہ کیا جائے اور نہ اس کے ساتھ قبر پر عمارت بنائی جائے اس لیے کہ یہ پختگی اور زینت کے لیے ہیں۔''

۱۵۔ علامہ علاء الدین الکاسانی الحنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ علاء الدین الکاسانی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۸۷) نقل کرتے ہیں:

" رُوِىَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ تُشْبَهَ الْقُبُوْرُ بِالْعُمْرَانِ وَالْآجُرُّ وَالْخَشَبُ لِلْعُمْرَانِ وَ لِأَنَّ الْآجُرَّ مِمَّا يُسْتَعْمَلُ لِلزِّيْنَةِ وَ لَا حَاجَةَ إِلَيْهَا لِلْمَيِّتِ۔ "③

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی آبادی کے ساتھ مشابہت سے منع کیا ہے اور پختہ اینٹیں

---

① الرد المحتار: ۶۰۱/۱۔

② رمز الحقائق: ۱/ ۶۷، شرح کنز۔نیز ملاحظہ ھو: البنایة فی شرح الهدایة للعینی: ۳۰۲/۳، ۳۰۳۔

③ بدائع الصنائع: ۳۷۲/۱۔

اور لکڑی آبادی کے لیے ہے اور اس لیے بھی کہ پکی اینٹ زینت کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور میت کو اس کی حاجت نہیں ہوتی۔''

۱۶۔ قاضی ابراہیم الحلبی الحنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

قاضی ابراہیم الحلبی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۵۶ھ) کا موقف ہے:

((وَيُكْرَهُ تَجْصِيصُ الْقَبْرِ وَ تَطْيِينُهُ وَبِهِ قَالَتِ الْاَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ لِمَا رَوَى جَابِرٌ......وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ يَكْرَهُ اَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ بِنَاءٌ مِنْ بَيْتٍ اَوْ قُبَّةٍ اَوْنَحْوِ ذٰلِكَ لِمَا مَرَّ مِنَ الْحَدِيْثِ))[1]

''قبر کو پختہ بنانا اور اس کی لپائی کرنا مکروہ ہے اور تینوں اماموں کا یہی قول ہے اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے...... اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت آئی ہے کہ قبر پر مکان یا قبہ یا اس کی مانند کوئی عمارت بنانا مکروہ ہے اور مذکورہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ اس کی دلیل ہے۔''

۱۷۔ علامہ سراج الدین حنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ سراج الدین حنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۳ھ) کا فتویٰ ہے:

((يُكْرَهُ الْبِنَاءُ عَلَى الْقُبُوْرِ))[2]

''قبروں پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ ہے۔''

۱۸۔ علامہ ابو اللیث ثمر قندی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ ابو اللیث ثمر قندی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۷۳ھ) کہتے ہیں:

((وَيُكْرَهُ تَجَصُّصُ الْقُبُوْرِ وَتَطْيِيْنُهَا وَالْبِنَاءُ عَلَيْهَا وَالْكِتَابَةُ وَالْإِعْلَامُ بِعَلَامَةٍ عَلَيْهَا))[3]

---

① حلبی کبیر: ۵۹۹۔ ② فتاویٰ سراجیہ: ۲۴۔ ③ فتاویٰ النوازل: ۸۲۔

''قبروں کو پختہ کرنا اور ان کی لپائی کرنا اور ان پر عمارت بنانا، کتبہ لگانا اور کوئی علامت لگانا مکروہ ہے۔''

۱۹۔ علامہ احمد بن محمد القدوری الحنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ احمد بن محمد القدوری الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۲۸ھ) کا کہنا ہے:

((وَيُكْرَهُ الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ)) ①

''قبر پر پختہ اینٹ اور لکڑی لگانا مکروہ ہے۔''

۲۰۔ علامہ ابوبکر بن علی الحداد الیمنی الحنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ ابوبکر بن علی الحداد الیمنی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۰۰ھ) فرماتے ہیں:

((وَ يُكْرَهُ تَطْيِيْنُ الْقُبُوْرِ وَتَجْصِيْصُهَا وَالْبِنَاءُ عَلَيْهَا وَالْكُتُبُ عَلَيْهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تُجَصِّصُوا الْقُبُوْرَ وَلَا تُبْنُوْا عَلَيْهَا وَلَا تَقْعُدُوْا عَلَيْهَا)) ②

''قبروں کی لپائی کرنا اور انہیں پختہ بنانا اور ان پر عمارت تعمیر کرنا اور کتبہ لگانا نبی ﷺ کے فرمان کی بنا پر مکروہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، قبروں کو پختہ نہ کرو اور نہ ان پر عمارت تعمیر کرو اور نہ ان پر بیٹھو۔''

۲۱۔ علامہ عبید اللہ بن مسعود الحنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ عبید اللہ بن مسعود الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۷ھ) کہتے ہیں:

((وَيُكْرَهُ الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ)) ③

---

① قدوری: ۶۰۔ ② الجوهرة النيرة: ۱/۱۳۳۔ ③ شرح وقایه: ۱/۲۴۰۔

''قبر پر پختہ اینٹ اور لکڑی لگانا مکروہ ہے۔''

۲۲۔ علامہ طحطاوی الحنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ طحطاوی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۳۱) کا قول ہے:

« وَلَا يُجَصَّصُ بِهِ قَالَتِ الثَّلَاثَةُ لِقَوْلِ جَابِرٍ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... لِنَهْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفِيْدُ أَنَّ مَا ذَكَرَهُ مَكْرُوْهٌ تَحْرِيْمًا »[1]

''قبر پختہ نہ کی جائے یہی بات تینوں اماموں نے کہی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے اور قبر پختہ بنانا مکروہ تحریمی ہے۔''

۲۳۔ علامہ وسید محمد مرتضی زبیدی حنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

انہوں نے اپنی کتاب ''عقود الجواہر المنیفہ فی ادلۃ مذہب الامام اُبی حنیفہ'' میں ایک باب یوں منعقد کیا ہے:

" بَيَانُ الْخَبَرِ الدَّالُ عَلَى كَرَاهَةِ التَّجْصِيْصِ "[2]

یعنی ایسی حدیث کا بیان جو قبر کی پختگی اور کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآثار والی اور ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم کے حوالے سے حدیث جابر ذکر کر کے یہ مسئلہ ثابت کر دیا کہ پختہ قبر منع ہے۔

۲۴۔ علامہ سرخسی حنفی کا فتویٰ:

علامہ سرخسی حنفی (المتوفی ۵۷۱ھ) کہتے ہیں:

---

① طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۳۵۔

② عقود الجواهر المنيفة فى ادلة مذهب الامام أبى حنيفة ۱۰۳/۱۔

"نَهٰى عَنْ تَجْصِيْصِ الْقُبُوْرِ"[1]

''یعنی نبی ﷺ نے پختہ قبروں سے منع کیا ہے۔''

۲۵۔ قاضی ابراہیم حنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

« اَلْقُبَّابُ الَّتِیْ بُنِیَتْ عَلَى الْقُبُوْرِ يَجِبُ هَدْمُهَا لِاَنَّهَا اُسِّسَتْ عَلٰى مَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ وَمُخَالَفَتِهٖ وَكُلُّ بِنَاءٍ اُسِّسَ عَلٰى مَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ وَمُخَالَفَتِهٖ فَهُوَبِالْهَدْمِ اَوْلٰى مِنَ الْمَسْجِدِ الضِّرَارِ »[2]

''ایسے قبے جو قبروں پر بنائے جاتے ہیں ان کو گرانا واجب ہے کیونکہ ان کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت پر ہے اور ہر وہ عمارت جس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی پر ہو اسے گرانا مسجد ضرار سے بھی بہتر ہے۔''

۲۶۔ علامہ علاء الدین السمرقندی الحنفی کا فتویٰ:

علامہ علاء الدین السمرقندی الحنفی (المتوفی ۵۳۹ھ) کا قول ہے:

« وَالسُّنَّةُ فِى الْقَبْرِ اَنْ يُسَنَّمَ وَلَا يُرَبَّعَ وَلَا يُطَيَّنَ وَلَا يُجَصَّصَ وَكَرِهَ اَبُوْحَنِيْفَةَ الْبِنَاءَ عَلَى الْقَبْرِ »[3]

''قبر کے متعلق سنت یہ ہے کہ اسے کوہان نما بنایا جائے اور مربع شکل نہ بنائی جائے اور نہ لیپی جائے اور نہ پختہ کی جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قبر پر عمارت تعمیر کرنے کو مکروہ سمجھا ہے۔''

۲۷۔ علامہ حسن الشرنبلالی الحنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ حسن الشرنبلالی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۶۹ھ) کا کہنا ہے:

---

① المبسوط: ۶۲/۲۔ ② مجالس الابرار: ۱۲۹ ③ تحفة الفقهاء: ۴۰۰/۱۔

«وَكُرِهَ الْآجُرُّ وَالْخَشَبُ.........وَيُسَنَّمُ الْقَبْرُ وَلَا يُرَبَّعُ وَيَحْرُمُ الْبِنَاءُ عَلَيْهِ لِلزِّينَةِ وَيُكْرَهُ لِلْإِحْكَامِ بَعْدَ الدَّفْنِ»①

''اور قبر پر پکی اینٹیں اور لکڑی لگانا مکروہ ہے...... اور قبر کو کوہان دار بنایا جائے، چوکور نہ بنائی جائے اور زینت کے لیے قبر پر تعمیر کرنا حرام ہے اور دفن کر دینے کے بعد مضبوطی کے لیے قبر پر تعمیر کرنا مکروہ ہے۔''

۲۸۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ حنفی کا فتویٰ:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ حنفی (المتوفی ۱۲۲۵) ایک جگہ پر لکھتے ہیں:

''آنچہ بر قبور اولیاء عمارت ہائے رفیع بنائی کنند و چراغاں روشن می کنند و ازیں قبیل ہر چہ می کنند حرام است یا مکروہ۔''②

''وہ جو کچھ کہ اولیاء کرام کی قبروں پر کیا جاتا ہے کہ اونچی اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغ روشن کرتے ہیں اور اس قسم کی جو چیز بھی کرتے ہیں حرام ہے یا مکروہ۔''

۲۹۔ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) ترمذی کی حدیث:«وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً» کی شرح میں فرماتے ہیں:

«وَهِيَ مَا أَنْكَرَهُ أَئِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْبِنَاءِ عَلَى الْقُبُوْرِ وَ تَجْصِيْصِهَا»③

''بدعت ضلالت وہ ہے جس کا ائمہ مسلمین نے انکار کیا ہو، جیسے قبروں پر عمارت بنانا اور انہیں پختہ کرنا۔''

---

① نور الإيضاح معه ترجمه نورالاصباح: ۱۵۳۔

② ما لا بد منه: ٦٧۔

③ مرقاة شرح مشكوٰة: ۱/٤١٤۔

۳۰۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« وَلَمْ أَرَ قُبُوْرَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ مُجَصَّصَةً (قَالَ الرَّاوِيُّ)عَنْ طَاوُسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ تُبْنَى الْقُبُوْرُ اَوْ تُجَصَّصَ......وَقَدْ رَأَيْتُ مِنَ الْوُلَاةِ مَنْ يَّهْدِمُ بِمَكَّةَ مَا يُبْنٰى فِيْهَا فَلَمْ أَرَ الْفُقَهَآءَ يَعِيْبُوْنَ ذٰلِكَ »[①]

''میں نے مہاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبروں کو پختہ تعمیر شدہ نہیں دیکھا، طاؤس نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت کی تعمیر یا پختہ کرنے سے منع کیا ہے اور میں نے ان حکمرانوں کو دیکھا ہے جو مکہ میں قبروں پر عمارت کو گراتے تھے اور میں نے اس کام پر فقہاء کو عیب لگاتے نہیں دیکھا۔''

۳۱۔ امام مزنی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام مزنی (المتوفی ۲۶۴) نے نقل کیا ہے کہ:

« وَلَا تُبْنَى الْقُبُوْرُ وَلَا تُجَصَّصُ »[②]

''قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور نہ پختہ کی جائے۔''

۳۲۔ امام نووی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۷۷ھ) حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

« وَأَمَّا الْبِنَاءُ عَلَيْهِ فَإِنْ كَانَ فِي مِلْكِ الْبَانِي فَمَكْرُوْهٌ وَإِنْ كَانَ فِي

---

① کتاب الأم : ۲۷۷/۱، باب مایکون بعد الدفن۔

② مختصر المزنی :۳۷۔

مَقْبُرَةٍ مُسْبَلَةٍ فَحَرَامٌ نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَالْأَصْحَابُ قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الْأُمِّ: وَرَأَيْتُ الْأَئِمَّةَ بِمَكَّةَ يَأْمُرُوْنَ بِهِدَامِ مَا يُبْنٰى وَ يُؤَيِّدُ الْهَدْمَ قَوْلُهُ: وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ »[1]

''بہرحال قبر پر عمارت بنانا اگر (وہ جگہ) عمارت بنانے والے کی ملکیت میں ہے تو مکروہ ہے اور اگر عام مقبرہ میں ہے تو حرام ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر اصحاب نے اس کو صراحت سے بیان کیا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں فرمایا ہے: ''میں نے مکہ میں ائمہ دین کو دیکھا ہے وہ قبروں پر عمارتوں کو گرانے کا حکم دیتے تھے اور قبروں پر تعمیر شدہ عمارات کو گرانے کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث یعنی ''کوئی قبر اونچی نہ دیکھو مگر اسے برابر کر دو۔'' سے بھی ہوتی ہے۔

۳۳۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۷۴ھ)

« تَجِبُ الْمُبَادَرَةُ اِلیٰ هَدْمِهَا وَهَدْمِ الْقُبَّابِ الَّتِی عَلَيْهَا »[2]

''اونچی قبروں کو اور جو ان پر قبے اور گنبد بنائے گئے ہیں ان کو گرا دینا واجب ہے۔''

۳۴۔ علامہ عبدالوہاب الشعرانی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

« وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَ أَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ »[3]

---

[1] شرح مسلم للنووی: ۳۲/۷، درسی نسخہ: ۳۱۲/۱۔

[2] کتاب الزواجر فی اقتراب الکبائر: ۱۶۳۔

[3] کشف الغمة عن جميع الأمة: ۱۴۹/۱۔

''نبی ﷺ قبر پختہ بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع کیا کرتے تھے۔''

۳۵۔ علامہ مجد الدین فیروز آبادی (المتوفی ۸۱۷ھ) کا فتویٰ:

علامہ مجد الدین فیروز آبادی (المتوفی ۸۱۷ھ)

« وَكَانُوا لَا يَرْفَعُونَ الْقَبْرَ وَلَا يُبْنُونَ عَلَيْهِ بِآجُرٍّ......وَكَانُوا لَا يُعَلُّونَ عَلَى الْقَبْرِ عِمَارَةً وَ لَا قُبَّةً وَهٰذَا كُلُّهُ بِدْعَةٌ وَمَكْرُوهٌ وَمُخَالِفٌ لِلطَّرِيقَةِ النَّبَوِيَّةِ وَبَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَنْ لَّا يَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّاهُ وَنَهٰى اَنْ يُّتَّخَذَ عَلَى الْقَبْرِ مَسْجِدٌ أَوْ يُشْعَلَ عَلَيْهِ سِرَاجٌ وَلَعَنَ فَاعِلَ ذٰلِكَ »[1]

''سلف صالحین رحمہم اللہ قبر کو بلند نہیں کرتے تھے اور نہ اس پر پکی اینٹ سے عمارت بناتے تھے......اور نہ ہی وہ قبر پر عمارت اور قبے بناتے تھے، یہ سارا عمل بدعت اور مکروہ ہے اور نبی ﷺ کے طریقے کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ نے تو علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا کہ وہ کوئی مجسمہ نہ چھوڑیں مگر اسے مٹا دیں اور اونچی قبروں کو (حد شرع کے) برابر کر دیں اور آپ ﷺ نے قبر پر مسجد بنانے سے بھی منع کیا ہے، اس پر چراغ جلانے سے روکا ہے اور ایسا کام کرنے والے پر لعنت کی۔''

۳۶۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۶۱) کا فتوی:

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے نزدیک قبر کے اوپر گھر، مسجد یا کھیتی باڑی کے ذریعے تصرف کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ میت بوسیدہ ہو جائے اور ان کا موقف تھا کہ جب مکہ میں شدت حرارت کے باعث ۱۰ سال گزر جائیں تو آپ حسب حال وہاں پر گھر یا مسجد یا کھیتی باڑی یا جو

---

① سفر السعادة على هامش كشف الغمة ۱۸۳/۱

مناسب ہوکر سکتے ہیں اور باقی بلاد میں ۲۰ سال تک۔''[1]

۳۷۔ امام طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ کے والد ماجد کا فتویٰ:

((عَنْ طَاؤُوسٍ عَنْ أَبِيهِ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُبْنٰى عَلَى الْقَبَرِ أَوْ يُجَصَّصَ))[2]

''امام طاؤس کے باپ کیسان قبر پر عمارت تعمیر کرنے یا اسے پختہ بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔''

۳۸۔ امام طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۶ھ)

نعمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ جند میں میرے چچا فوت ہو گئے تو میں اپنے باپ کے ساتھ طاؤس کے پاس آیا، میرے والد نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! کیا میں اپنے بھائی کی قبر کو پختہ کر سکتا ہوں؟ تو امام طاؤس ہنس پڑے اور کہا سبحان اللہ! اے ابوشیبہ! تیرے لیے بہتر ہے کہ تو اس کی قبر کی معرفت نہ رکھے مگر یہ کہ تو وہاں جا کر اس کے لیے استغفار و دعا کرے:

((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ قُبُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ أَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهَا أَوْ تُجَصَّصَ اَوْ تُزْدَرَعَ فَإِنَّ خَيْرَ قُبُوْرِكُمُ الَّتِي لَا تُعْرَفُ))[3]

''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی قبروں پر عمارت بنانے یا انہیں پختہ کرنے یا وہاں پر کاشتکاری کرنے سے منع کیا ہے یقیناً تمہاری سب سے بہترین وہ قبریں ہیں جو غیر معروف ہیں۔''

---

① موسوعه فقه سفيان الثورى ۶۸۱، ۶۸۲۔ عبدالرزاق : ۵۰۶/۳۔

② عبدالرزاق (۶۴۹۳) : ۵۰۶/۳۔

③ عبدالرزاق (۶۴۹۵) : ۵۰۶/۳۔

۳۹۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۰ھ) کا فتویٰ:

امام حسن بصری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۰ھ)

((وَكَانَ يَكْرَهُ تَطْيِينَ الْقُبُورِ وَتَجْصِيصَهَا))①

''حسن بصری رحمہ اللہ قبروں پر لیپائی اور انہیں بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔''

۴۰، ۴۱۔ علامہ الحجاوی الحنبلی اور علامہ البھوتی الحنبلی رضی اللہ عنہما کا فتویٰ:

((وَيُرْفَعُ الْقَبْرُ عَنِ الْأَرْضِ قَدْرَ شِبْرٍ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رُفِعَ قَبْرُهُ عَنِ الْأَرْضِ قَدْرَ شِبْرٍ رَوَاهُ السَّاجِيُّ مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ وَيُكْرَهُ فَوْقَ شِبْرٍ...... وَيُكْرَهُ تَجْصِيصُهُ وَتَزْوِيقُهُ وَتَحْلِيَتُهُ وَهُوَ بِدْعَةٌ وَالْبِنَاءُ عَلَيْهِ لَاصِقَةً أَوْلَا لِقَوْلِ جَابِرٍ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ))②

''قبر کو زمین سے ایک بالشت اونچا کیا جائے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر زمین سے ایک بالشت اونچی تھی، اسے امام ساجی نے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور ایک بالشت سے اوپر قبر بنانا مکروہ ہے...... قبر کو پختہ کرنا، نقش و نگار کرنا اور بناؤ سنگھار کرنا مکروہ ہے اور بدعت ہے اور قبر پر عمارت بنانا بھی خواہ اس سے متصل ہو یا نہ ہو، مکروہ ہے۔ اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پختہ بنانے، اس پر بیٹھنے اور عمارت تعمیر کرنے سے منع کیا ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔''

---

① موسوعة فقه الحسن البصری: ۲/۷۷۳۔ ابن ابی شیبہ: ۳/۲۹۔ المحلیٰ: ۵/۱۳۳۔

② الروض المربع بشرح زاد المستقنع: ۱/۱۰٤، ۱۰٥۔

۴۲۔ علامہ ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۲۰ھ) کا فتویٰ:

علامہ ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۲۰ھ)

((وَيُكْرَهُ الْبِنَاءُ عَلَى الْقَبْرِ وَتَجْصِيْصُهُ وَالْكِتَابَةُ عَلَيْهِ لِمَا رَوَى مُسْلِمٌ فِي "صَحِيْحِهِ" قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَ أَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ۔ زَادَ التِّرْمَذِيُّ وَأَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهِ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَ لِأَنَّ ذٰلِكَ مِنْ زِيْنَةِ الدُّنْيَا فَلَا حَاجَةَ بِالْمَيِّتِ إِلَيْهِ))[1]

"قبر پر عمارت تعمیر کرنا اور اسے پختہ بنانا اور اس پر کتبہ لگانا مکروہ ہے اس لیے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پختہ کرنے، اس پر عمارت کھڑی کرنے اور بیٹھنے سے منع کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ الفاظ زیادہ روایت کیے ہیں کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتبہ لگانے سے بھی منع کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ ممانعت اس لیے ہے کہ پختگی و عمارت وغیرہ دنیا کی زینت سے ہے اور میت کو اس کی حاجت نہیں۔"

۴۳۔ علامہ علاالدین المرداوی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

((وَيُكْرَهُ تَجْصِيْصُهُ وَالْبِنَاءُ وَالْكِتَابَةُ عَلَيْهِ۔ أَمَّا تَجْصِيْصُهُ فَمَكْرُوْهٌ بِلَا خِلَافٍ نَعْلَمُهُ وَكَذَا الْكِتَابَةُ عَلَيْهِ وَ كَذَا تَذْوِيْقُهُ وَ تَخْلِيْقُهُ وَنَحْوُهُ وَهُوَ بِدْعَةٌ وَ أَمَّا الْبِنَاءُ عَلَيْهِ فَمَكْرُوْهٌ عَلَى الصَّحِيْحِ مِنَ الْمَذْهَبِ، سَوَاءٌ لَاصِقُ الْبِنَاءِ الْاَرْضَ أَمْ لَا))[2]

---

① المغنی: ۴۳۹/۳۔

② الانصاف فی معرفة الراجع من الخلاف علی مذهب الامام المبجل احمد ابن حنبل: ۵۴۹/۲۔

''قبر کو پختہ کرنا اور اس پر عمارت بنانا اور کتبہ لگانا مکروہ ہے، قبر کو پختہ کرنا بلا اختلاف مکروہ ہے۔ اسی طرح اس پر کتبہ لگانا، نقش و نگار کرنا، بناؤ سنگھار وغیرہ کرنا یہ سب کام بدعت ہیں بہر کیف قبر پر عمارت تعمیر کرنا صحیح مذہب کی رو سے مکروہ ہے خواہ عمارت زمین سے متفصل ہو یا نہ ہو۔''

۴۴۔ قاضی ابوشجاع الاصفہانی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

((وَلَا يُبْنٰى عَلَيْهِ وَلَا يُجَصَّصُ)) ①

''قبر پر نہ عمارت تعمیر کی جائے اور نہ پکی بنائی جائے۔''

۴۵۔ علامہ ابن رشد القرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَكَرِهَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ تَجْصِيْصَ الْقُبُوْرِ)) ②

''امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ نے پختہ قبروں کو مکروہ قرار دیا ہے۔''

۴۶۔ علامہ ابوالمظفر ابن ہبیرہ کا فرمان:

((وَأَجْمَعُوا عَلَى اسْتِحْبَابِ اللَّبِنِ وَالْقَصَبِ فِي الْقَبْرِ وَكَرَاهَةِ الْآجُرِّ وَالْخَشَبِ)) ③

''ائمہ اربعہ کا قبر میں کچی اینٹ لگانے اور پوروں اور گرہوں والی گھاس رکھنے کے مستحب ہونے پر اور پکی اینٹ اور لکڑی کے مکروہ ہونے پر اجماع ہے۔''

---

① متن الغاية والتقريب : ١٤۔

② بداية المجتهد : ٤٤٩/١۔

③ الا فصاح عن معانى الصحاح فى الفقه على المذاهب الأربعة : ١٥٢/١۔

۴۷۔ امام مالک رحمہ اللہ کا فتویٰ:

((اَکْرَہُ تَجْصِیْصَ الْقُبُوْرِ وَالْبِنَاءَ عَلَیْھَا))[1]

''امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر عمارات تعمیر کرنے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔''

۴۸۔ ابوالحسن موسیٰ کاظم رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علی بن جعفر نے کہا کہ میں نے امام موسیٰ کاظم سے سوال کیا کہ قبر پر عمارت بنانا اور اس پر بیٹھنا کیسا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

((لَا یَصْلُحُ الْبِنَاءُ عَلَیْهِ وَلَا الْجُلُوْسُ وَلَا تَجْصِیْصُهٗ وَلَا تَطْیِیْنُهٗ))[2]

''قبر پر عمارت تعمیر کرنا، اس پر بیٹھنا، اسے پختہ بنانا اور لپائی کرنا درست نہیں۔''

۴۹۔ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا فتویٰ

((عَنْ أَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامِ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ یُّصَلّٰی عَلٰی قَبْرٍ أَوْ یُقْعَدَ عَلَیْهِ أَوْیُبْنٰی عَلَیْهِ))[3]

''امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نماز پڑھنے یا اس پر بیٹھنے یا اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع کیا ہے۔''

قبر پر نماز پڑھنے سے مراد اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ہے، نہ کہ نماز جنازہ کیونکہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر جنازہ پڑھ سکے تو تدفین کے بعد اس پر جنازہ پڑھ لے۔[4]

---

① المدوّنة الکبریٰ : ۱۷۰/۱۔

② الاستبصار، باب النهی عن تجصیص القبر و تطیینه : ۲۱۷/۱۔ تهذیب الأحکام: ٤٦١/١۔

③ تهذیب الاحکام: ٤٦١/١۔ الاستبصار : ٤٨٢/١۔

④ الاستبصار: ٤٨٢/١۔

امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

《 لَا تُبْنُوا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَوِّرُوْا سُقُوْفَ الْبُيُوْتِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ ذٰلِكَ 》[1]

''قبروں پر عمارت تعمیر نہ کرو اور نہ ہی گھروں کی چھتوں کو مصوری سے مزین کرو یقیناً رسول اللہ ﷺ نے اسے ناپسند کیا۔''

امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

《 اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يُّزَادَ عَلَى الْقَبْرِ تُرَابٌ لَمْ يَخْرُجْ مِنْهُ 》[2]

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے قبر پر ایسی مٹی زیادہ کرنے سے منع کیا ہے جو اس سے نہ نکلی ہو۔''

۵۰۔ علامہ محمد بن جمال الدین العاملی المعروف بالشہید الاوّل کا فتویٰ:

علامہ محمد بن جمال الدین العاملی المعروف بالشہید الاوّل المتوفی ۷۸۶ھ

《 وَرَفْعُ الْقَبْرِ عَنْ وَجْهِ الْاَرْضِ مِقْدَارَ أَرْبَعِ أَصَابِعَ 》

''قبر کو زمین سے چار انگلیوں کی مقدار بلند ہونا چاہیے۔''

۵۱۔ علامہ ابوجعفر طوسی کا فتویٰ:

علامہ ابوجعفر طوسی (المتوفی ۴۶۰ھ) کا فتویٰ:

《 وَيُرْفَعُ مِنَ الْاَرْضِ مِقْدَارَ أَرْبَعِ أَصَابِعَ وَ لَا يُطْرَحُ فِيْهِ مِنْ غَيْرِ تُرَابِهٖ...... تَجْصِيْصُ الْقُبُوْرِ وَالْبِنَاءُ عَلَيْهِ فِي الْمَوَاضِعِ الْمُبَاحَةِ

---

① تهذيب الأحكام: ۱/ ۴۶۱۔

② تهذيب الاحكام: ۱/ ۴۶۰، ۴۶۱۔ فروعِ كافى، كتاب الجنائز: ۳/ ۲۰۲۔

مَكْرُوهٌ إِجْمَاعًا ......وَيُكْرَهُ تَجْدِيدُ الْقُبُورِ بَعْدَ إِنْدِرَاسِهَا))[1]

''قبر کو چار انگلیوں کی مقدار زمین سے بلند کیا جائے اور قبر کی مٹی کے علاوہ اس میں مٹی نہ ڈالی جائے قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر مباح جگہوں میں عمارت تعمیر کرنا بالاجماع مکروہ ہے ...... قبروں کے مٹ جانے کے بعد ان کی تجدید کرنا بھی مکروہ ہے۔''

❁❁❁❁❁

---

① المبسوط فی فقه الإمامیة : ۱۸۷/۱۔
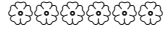
حرف آخر

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ و آثار صریحہ اور ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم، مذاہب خمسہ یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور جعفری کے فتاویٰ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام میں قبر پرستی اور پختہ قبروں اور ان پر عمارات و گنبد بنانے کا کوئی جواز نہیں اور پوری امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ پکی قبریں و گنبد بنانا حرام ہے اور جو پختہ قبریں بنی ہوئی ہیں مسلمانوں پر فرض ہے کہ انہیں عام قبروں کے برابر رکھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو قرآن و سنت کے احکامات پر عمل کی صحیح توفیق نصیب فرمائے (آمین!)

ابُوالحسن مُبشر احمد ربانی عفی اللّٰہ عنہ
۲۷/۶/۱۹۹۹ء ۱۲/ربیع الاوّل ۱٤۲۰ھ
بوقت ۸:٤۵ صُبح

کلمہ گو مشرک

تالیف: ابوالحسن مبشر احمد ربانی